اللہ رے یہ وسعتِ آثارِ مدینہ
عالم میں ہیں پھیلے ہوئے انوارِ مدینہ
نفیس

جامعہ مدنیہ جدید کا ترجمان

علمی دینی اور اصلاحی مجلہ

انوارِ مدینہ لاہور

نفیس

بیاد
عالمِ ربّانی محدّثِ کبیر حضرۃ مولانا سیّد حامد میاں رحمۃ اللہ علیہ
بانی جامعہ مدنیہ جدید

جلد نمبر ۱۱
2003ء

ماھنامہ

انوار مدینہ

جلد : ۱۱ جمادی الثانی ۱۴۲۴ھ ۔ اگست ۲۰۰۳ء شمارہ : ۸

مدیر اعلیٰ
سیّد محمود میاں
مہتمم جامعہ مدنیہ (جدید) رائیونڈ روڈ لاہور

بدلِ اشتراک

پاکستان فی پرچہ ۱۳ روپے	سالانہ	۱۵۰ روپے
سعودی عرب، متحدہ عرب امارات، دبئی	"	۵۰ ریال
بھارت، بنگلہ دیش	"	۶ امریکی ڈالر
امریکہ، افریقہ	"	۱۶ ڈالر
برطانیہ	"	۲۰ ڈالر

○ اس دائرے میں سرخ نشان اس بات کی علامت ہے کہ ماہ ـــــ سے آپ کی مدّتِ خریداری ختم ہوگئی ہے، آئندہ رسالہ جاری رکھنے کے لیے مبلغ ـــــ ارسال فرمائیں۔

ترسیلِ زر و رابطہ کے لیے

دفتر ماہنامہ "انوار مدینہ" جامعہ مدنیہ کریم پارک لاہور
پوسٹ کوڈ : 54000 موبائل : 0333.4249301
فون : 7724581 فون / فیکس : 92-42-7726702
E-mail : jamiamadaniajadeed@hotmail.com

سیّد رشید میاں طابع و ناشر نے شرکت پرنٹنگ پریس لاہور سے چھپوا کر
دفتر ماہنامہ "انوار مدینہ" نزد جامعہ مدنیہ کریم پارک لاہور سے شائع کیا

اس شمارے میں

حرفِ آغاز		۳
درس حدیث	حضرت مولانا سیّد حامد میاں صاحبؒ	۵
حضرت مولانا سید محمد میاںؒ	حضرت مولانا سیّد حامد میاں صاحبؒ	۱۲
فہم حدیث	حضرت مفتی ڈاکٹر عبدالواحد صاحب	۲۲
اکمالِ دین	حضرت مولانا منیر احمد صاحب	۲۹
آپ کے دینی مسائل		۳۶
حاصل مطالعہ	حضرت مولانا نعیم الدین صاحب	۳۸
تنقید و تقریظ		۵۲
عالمی خبریں		۶۳

☆

جامعہ مدنیہ جدید کا موبائل

0333-4249301

☆

E-MAIL ADDRESSES

jamiamadaniajadeed@hotmail.com

islam_fahmedeencourse@hotmail.com

fatwa_abdulwahid1@hotmail.com

☆

بسم اللہ الرحمن الرحیم

حرفِ آغاز

سیّد محمود میاں

نحمدہ ونصلی علٰی رسولہ الکریم امابعد !

گزشتہ ماہ کی ۲۵ تاریخ کو راقم اپنے ایک بزرگ دوست سے ملاقات کی غرض سے جڑانوالہ گیا اتفاق سے یہ جمعہ کا دن تھا جمعہ کی نماز سے پون گھنٹہ قبل ہم اپنے میزبان کے ہاں پہنچ گئے ان سے دریافت کیا کہ جمعہ کتنے بجے ہوگا اور کہاں پڑھا جائیگا انہوں نے بتلایا کہ قریب کی مسجد میں ڈیڑھ بجے جمعہ ہوگا لہٰذا وضوء کر کے جمعہ کی نماز کے لیے روانہ ہو گئے ۔میزبان صاحب نے راستہ میں بتلایا کہ حکومت کی طرف سے دورانِ تقریر جڑانوالہ میں مسجد کے بیرونی لاؤڈ اسپیکروں کے استعمال پر پابندی ہے اس لیے صرف اندرونی اسپیکروں پر ہی تقریر ہوتی ہے۔تقریر کا مقصد حاضرین مجلس کو وعظ وتلقین ہوتا ہے کیونکہ وہ آتے ہی کچھ سننے کے لیے ہیں اس اعتبار سے یہ تقریر با مقصد اور مفید ہوسکتی ہے مگر جب ہم مسجد کے قریب پہنچے تو دیکھا کہ خطیب صاحب کی چیخ وپکار سے پورا علاقہ گونج رہا تھا مگر سمجھ میں کچھ نہیں آرہا تھا کہ وہ کیا فرمار ہے ہیں ۔خیر ہم مسجد کے اندر چلے گئے وہاں خطیب صاحب کے شور سے مسجد کے درو دیوار ہلتے محسوس ہور ہے تھے مگر سمجھ پھر بھی کچھ نہیں آرہا تھا کہ وہ کیا فرمارہے ہیں کہیں کہیں وہ گانے کے انداز میں قرآنی آیت یا کوئی حدیث شریف پڑھتے تھے تو کچھ تھوڑا بہت اندازہ ہو جاتا تھا ورنہ تو............خطیب صاحب نے وقت کی پابندی کا بھی کچھ پاس نہ کیا اور دس پندرہ منٹ تاخیر سے اپنی تقریر ختم کی اس پورے عرصہ میں خطیب صاحب کی پر جوش تقریر اسپیکروں کی خوفناک گونج کے ساتھ ہمارے سروں پر ہتھوڑے برساتی رہی بات تو کیا خاک سمجھ میں آتی البتہ اپنا سر اور صبر کا دامن پکڑ کر بیٹھے رہے خدا خدا کر کے تقریر ختم ہوئی یہ بات بھی قابلِ ذکر ہے کہ نمازیوں کی اکثریت ان کی تقریر کے ختم ہونے کے قریب آئی دوران تقریر

ہم جیسے بُھولے بسرے گنتی کے چند نمازی ہی بیٹھے ہوئے تھے۔نماز جمعہ کے بعد امام صاحب نے دُعاء شروع کرادی ان کی دُعاء شروع ہوتے ہی بعض نمازیوں نے (جو حالات سے آگاہ پرانے نمازی ہوں گے) فوراً سنتوں کی نیت باندھ لی مگر ہم نے دُعاء کے لیے ہاتھ اُٹھا کر خطیب صاحب کی دُعاء پر آمین کہنا شروع کردیا۔خطیب صاحب کی قافیہ والی طویل دُعاء ختم ہونے میں نہ آرہی تھی ،اکثریت اُکتا کر بے دلی کے ساتھ آمین کہہ رہی تھی یوں معلوم ہوتا تھا کہ خطیب صاحب گویا دو تقریروں کے عادی ہیں ایک جمعہ سے پہلے اور دوسری جمعہ کے بعد دُعاء کی شکل میں۔مسجد سے باہر آکر میرے میزبان نے بتلایا کہ چونکہ بیرونی اسپیکروں کے استعمال پر پابندی ہے اس لیے اندرونی اسپیکروں کی آواز اتنی بڑھادی گئی کہ باہر دور تک آواز جاسکے ظاہر ہے اسپیکر کی آواز جب اتنی بڑھادی جائے گی تو شوروغوغا کے سوا کچھ باقی نہ رہے گا اور مسجد کے اندر بیٹھے ہوئے بیچارے نمازیوں کا کیا حال ہوتا ہوگا یہ وہی خود جان سکتے ہیں.........انا للہ وانا الیہ راجعون۔اس تحریر میں خطیب صاحب نے شرعی اور اخلاقی اعتبار سے کیا کیا اور کہاں کہاں کوتاہیاں کی ہیں اس کی ایک لمبی فہرست بن سکتی ہے مگر اس کی ضرورت نہیں ہے البتہ اس قسم کے خطباء حضرات اگر صدقِ دل سے اس پر غور فرمائیں گے تو اپنی تقصیرات اُن پر خود آشکارا ہوجائیں گی اور اس کے ساتھ آخرت میں جوابدہی کا خوف بھی اگر دامن گیر ہوگیا تو پھر قوی اُمید ہے کہ دوسروں کی اصلاح سے زیادہ اپنی اصلاح کی فکر دامن گیر ہوجائیگی اور اگر ایسا ہوگیا تو معاشرہ پر اس کے اچھے ثمرات بھی مرتب ہونا شروع ہوجائیں گے انشاء اللہ۔

اللہ تعالیٰ ہم سب کو اپنی تقصیرات پر نظر کر کے اُن کی اصلاح کی توفیق عطا فرمائے اور صحیح معنیٰ میں دین کا مبلغ بنائے۔آمین۔

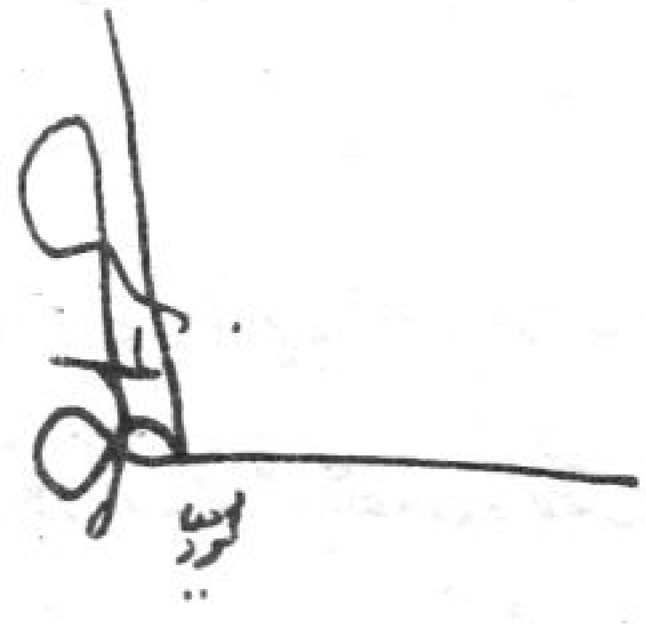

مولای صل وسلم دائما ابدا | درس حدیث | علی حبیبک خیر الخلق کلھم

حضرت اقدس پیرو مرشد مولانا سید حامد میاں صاحب رحمہ اللہ کے مجلسِ ذکر کے بعد درسِ حدیث کا سلسلہ وار بیان ''خانقاہِ حامدیہ چشتیہ'' رائیونڈ روڈ کے زیرِ انتظام ماہ نامہ ''انوارِ مدینہ'' کے ذریعہ ہر ماہ حضرت اقدسؒ کے مریدین اور عام مسلمانوں تک باقاعدہ پہنچایا جاتا ہے اللہ تعالیٰ حضرت اقدسؒ کے اس فیض کو تاقیامت جاری ومقبول فرمائے ۔ (آمین)

اتباعِ سنت ہی میں برکت ہے۔ سب ازواجِ مطہراتؓ فضیلت والی ہیں اللہ تعالیٰ اور جبرئیل علیہ السلام کی جانب سے حضرت خدیجہؓ کو سلام اور بشارت

تخریج وتزئین : مولانا سیّد محمود میاں صاحب

کیسٹ نمبر ۴۱ سائیڈ اے/ ۸۴-۱۰-۱۲

الحمد للّٰہ رب العالمین والصلٰوۃ والسلام علٰی خیر خلقہ سیدنا ومولانا محمد وآلہ واصحابہ اجمعین اما بعد!

حدیث شریف میں ازواجِ مطہرات کے مناقب بھی آئے ہیں اور ازواجِ مطہرات کے ذریعے جو علم عورتوں کے متعلق حاصل ہوا ہے وہ بہت بڑا ہے اس میں ایسے مسائل ہیں جن کا تعلق پاکی ناپاکی سے بھی ہے، اگر انسان پاک نہ ہو تو نہ اُس کی نماز ہے نہ روزہ ہے مطلب یہ ہے کہ عبادتیں اس کی ناپاک ہونے کی وجہ سے یا ہوں گی ہی نہیں یا مکروہ ہوں گی تو یہ مسائل ازواجِ مطہرات سے معلوم ہوئے ہیں۔

آپ ﷺ کی زندگی کے دو پہلو :

اس طرح رسول کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کی زندگی کے دو پہلو ہیں ایک وہ جو سب کے سامنے ہے یعنی صحابہ کرامؓ میں تشریف فرما ہیں مسجد میں تشریف فرما ہیں جہاد کے لیے جارہے ہیں تو وہ باتیں تو سب صحابہ کرامؓ نے دیکھی اس میں خطبہ ارشاد فرمارہے ہیں تو یہ سب باتیں صحابہ کرامؓ نے دیکھی ہیں اور بیشتر روایتیں صحابہ کرامؓ سے لی گئی ہیں اور ان پر زیادہ اعتماد کیا گیا ہے کیونکہ وہ مرد تھے اور قریب تھے سننے میں۔ حیاتِ طیبہ کا دوسرا حصہ وہ ہے جو آپ گھر میں گزارتے تھے وہ کیسا تھا، وہ کچھ مردوں سے بھی منقول ہے مثلاً حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما کی خالہ تھیں حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا تو اُنہوں نے اجازت چاہی کہ میں چاہتا ہوں کہ ایک رات یہاں گزاروں جس دن جناب رسول اللہ ﷺ کی باری یہاں آپ کے پاس ہو، تو وہ رات گزاری اور وہ ساری رات تقریباً اُنہوں نے جاگتے ہوئے ہی گزاری وہ فرماتے ہیں پھر آپ تشریف لائے آپ

نے گفتگو فرمائی اور پھر میرے بارے میں پوچھا کہ یہ سو گیا ہے اور اس طرح سے معلوم ہوتا ہے کہ زمین پر اُس زمانے میں لیٹے ہوئے تھے گرمیوں کا موسم ہوگا ایسا موسم جو سردیوں کا ہو اس میں تو آتا ہے تخت پر لیٹنا اور عربوں میں یہی قاعدہ ہے وہ سردیوں میں زمین نہیں استعمال کرتے، سونے اور لیٹنے کے لیے تخت استعمال کرتے آئے ہیں چارپائی کا بھی دستور تھا وہ کھجور کے بانوں سے بُنی ہوئی ہوتی تھی موٹے موٹے بان ہوتے تھے ان کا بھی ذکر آتا ہے اور اس کا بھی ذکر آتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ لیٹے ہیں اور اس کا اثر یہ ہوا کہ اُٹھ کر جب تشریف فرما ہوئے تو دیکھا کہ کمر پر نشان ہیں ان (بانوں کی) بناوٹ کے وہ کوئی نرم گدا یہ چیزیں استعمال نہیں فرماتے تھے بلکہ بہت سادگی کے ساتھ مشقت کے ساتھ رہنا پسند فرمایا کرتے تھے اور جو لوگ مشقت کے کام کرتے ہیں ان کو اتباعِ سنت کرنا آسان ہے بہ نسبت ان لوگوں کے جو مال و نعمت میں رہتے ہیں اُنہیں پیروی کرنی خاصی مشکل ہے۔ اور اکثریت جو ہے وہ غریب ہی لوگوں کی ہے تو غریبوں کو پیروی کرنی آسان ہے بلکہ غریب بھی اس حالت میں نہیں رہتے جس حالت میں جناب رسول اللہ ﷺ نے رہ کر دکھلایا ہے اور اسے سنت قرار دیا ہے بعد میں صحابہ کرامؓ نے بھی وہ روِش رکھی۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے بھی وہی روِش رکھی۔ حدیث میں آتا ہے کہ کَانَ یَلْبَسُ الْخَشِنَ رسول اللہ ﷺ کھردرے کپڑے پہنا کرتے تھے۔ یہ جو نرم ہوتے ہیں ہاتھ کو نرم لگتے ہیں یہ نہیں بلکہ جو ہاتھ کو کُھردرے لگتے ہیں وہ کپڑا پہنتے تھے۔

گورنروں کو خاص لباس کی ہدایت :

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے تمام خاص لوگوں کے لیے یعنی گورنروں کے لیے ہدایت جاری کر دی کہ یہ کپڑا پہنیں موٹا کپڑا جو چُبتا ہو ہاتھ کو، اچھا نہ لگے ہاتھ کو، اس کی نرمائی محسوس نہ ہو۔ اور اگر کوئی باریک کپڑا پہننے لگتا تھا تو اُسے ہٹا دیتے تھے معزول کر دیتے تھے حالانکہ یہ کوئی فرض نہیں ہے مگر اتباعِ سنت تو اسی کا نام ہے کہ یہ پوچھا جائے کہ رسول اللہ ﷺ نے کیا کیا تھا! بس اُسی پر لگ جائے اسی کا نام اتباع ہے اور برکات اُسی میں ہیں خدا کی رحمت کا نزول اُسی میں ہے تو اب (حضرت ابن عباسؓ نے) حضرت آقائے نامدار ﷺ کے ہاں رات گزارنے کی اجازت چاہی۔ انھوں نے اجازت دے دی اجازت دینے کا حق بھی اُنہی کا تھا تو یہ لیٹے وہاں اور پھر رسول اللہ ﷺ تشریف لائے یہ کہتے ہیں کہ تکیے کے عرض میں میرا سر ہو گیا۔ اس طرح میں لیٹا رہا تو رسول اللہ ﷺ سوئے پھر اُٹھے پھر اُٹھ کر یہ آیتیں پڑھیں ان فی خلق السموات والارض...... پھر غسل خانہ میں تشریف لے گئے اور پھر واپس تشریف لائے، کہتے ہیں میں نے لوٹا رکھ دیا تھا استنجاء کے لیے تو بیت الخلاء سے جب تشریف لائے اور لوٹا بھرا ہوا دیکھا تو آپ خوش ہوئے اور پھر وضو کے لیے لوٹا بھرا ہوا دیکھ بعد میں تو پھر آپ نے ان کو دُعا بھی دی ایسے لگالیا (سینے سے) آپ نے اور پھر دُعا دی۔ یہ دیکھتے ہیں کہ کیسے آپ نے وضو کیا پھر بالکل اُسی طرح سے وضو کر کے آپ کے ساتھ نماز میں کھڑے ہو گئے تو اس طرح کے واقعات کہ کتنی نماز پڑھی کتنی رکعتیں پڑھیں۔

اندرونی اور بیرونی دونوں حالات اہم ہیں :

تو یہ وہ حصہ ہے رسول اللہ ﷺ کی حیاتِ طیبہ کا کہ جو اندرونی ہے گھریلو ہے جسے پرائیویٹ زندگی کہتے ہیں۔ اس میں کسی کو دخل نہیں ہوتا بلکہ اب یہ کہہ دیتے ہیں لوگ فرق کرنے لگے کہ باہر تو یہ اچھے آدمی ہیں اور جو اندرونی معاملات ہیں یہ تو ان کے پرائیویٹ معاملات ہیں ان میں دخل دینے کی کیا ضرورت اور ان کو دیکھنے کی کیا ضرورت ہے حالانکہ ایسی بات نہیں ہے رسول اللہ ﷺ کے جو اندرونی معاملات ہیں وہ بھی بتلایا گیا ہے کہ ان کی پیروی کرو اور وہ سب ایسے ہیں کہ جیسے باہر کے معاملات تھے ویسے ہی اندر کے معاملات ہیں تقریباً، سب آتے ہیں حدیثوں میں کہ آپ نے ایسے کیا، کسی صحابی نے پوچھا حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے کہ رسول اللہ ﷺ گھر میں کیا کیا کرتے تھے۔ تو انھوں نے جواب دیا کان یکون فی مَھْنَۃِ اھلہ جو گھر والوں کے عام کام ہوتے ہیں اُن میں لگے رہتے ہیں رسول اللہ ﷺ اور جب اذان ہوگئی تو پھر باہر تشریف لے آتے تھے ورنہ گھر میں عام کام کرتے تھے۔ گویا انسان کو گھریلو زندگی گزارنے کا طریقہ بھی بتایا گیا۔

گھر میں رہتے ہوئے گھریلو کام نہ کرنے کا نقصان :

اگر گھر میں رہ کر گھر کے کام نہیں کرے گا تو ایک طرح کا بُعد پیدا ہو جاتا ہے طبائع میں، وہ نہیں ہونا چاہیے بلکہ گھر میں رہ کر گھر کے کام میں حصہ ضرور لے آدمی یہی سنت ہے اور ایک مسلمان کے لیے سنت ہی میں برکت اور فلاح ہے مسلمان کے لیے کیا ہر انسان کے لیے۔

کافر بھی سنت پر عمل کر کے دنیاوی فائدہ اُٹھا سکتا ہے :

اگر کوئی مسلمان کے علاوہ ایسا کرے گا تو وہ بھی فائدہ اُٹھالے گا جیسے کہ اُصولِ تجارت جو اسلام نے بتائے ہیں مسلمانوں نے چھوڑ دیئے غیر مسلموں نے لے لیے فائدہ اُٹھا رہے ہیں اور مسلمان نقصان اُٹھا رہے ہیں ملکی (اور غیر ملکی) سطح پر جب تجارت کرتے ہیں اس میں نمونہ کچھ بھیجتے ہیں مال کچھ بھیجتے ہیں تو نقصان ہوتا ہے تو رسول اللہ ﷺ نے جو اصول بتائے ہیں وہ بڑے ہی مضبوط ہیں اور مردوں اور عورتوں سب کو شامل ہیں تو عورتوں کے جو مسائل ہیں وہ ازواجِ مطہرات کے ذریعے پہنچے تو علم کا ایک بہت بڑا دروازہ ازواجِ مطہرات ہیں اور کسی (زوجہ محترمہ) کے پاس کچھ اور کسی کے پاس کچھ معلومات ہوتی رہیں۔

حضرت عائشہؓ کی علمی قابلیت :

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو آپ نے ہدایت فرمائی لیکن شعارکِ العلم تمہارا شعار علم ہونا چاہیے کیونکہ حضرت

عائشہ رضی اللہ عنہا بہت سمجھدار تھیں بہت حافظہ تھا اور پھر انھوں نے ایسے کیا کہ جو چیز سمجھ میں نہیں آتی تھی تو پوچھ لیتی تھیں یہ جو رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا **من نوقش الحساب یھلکہ** جو آدمی قیامت کے دن حساب میں سامنے آئیگا اور اس سے مناقشہ ہو یعنی پوچھ گچھ ہو جائے اور نکتہ چینی ہو جائے حساب پر تو وہ برباد ہو جائے گا تو اب حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے ایک علمی سوال کیا انھوں نے کہا قرآن پاک میں تو آتا ہے کہ **فاما من اوتی کتا به بیمینه** جس کے داہنے ہاتھ میں اس کی کتاب دی جائے یعنی نامہ اعمال **فسوف یحا سب حسا با یسیرا** تو وہ ہلکا سا حساب ہوگا **وینقلب الی اھلہ مسرورا** وہ اپنے گھر والوں کے پاس خوش خوش آئے گا، وہاں تو آیا ہے حساب بھی ہوگا اور خیریت سے آ بھی جائے گا تو آقائے نامدار ﷺ نے اُن کے اس سوال کا جواب دیا، حل کیا اس سوال کو، ارشاد فرمایا کہ جو قرآن پاک میں مراد ہے۔ **انما ذالکِ العرض** وہ تو پیش کرنا ہے ایک طرح حساب، لیکن میری مراد وہ ہے کہ نوک جھونک اگر ہو جائے تو پھر وہ آدمی ختم ہو گیا وہ برباد ہو گیا۔

اللہ کے سامنے کوئی جواب نہیں دے سکتا :

کیونکہ اگر اللہ تعالیٰ کی طرف سے معاذ اللہ کسی چھوٹی سی بات کے بارے میں بھی یہ سوال ہو جائے کہ یہ تم نے کیوں کہا تھا تو انسان جواب نہیں دے سکتا جواب دے بھی دے تو جھوٹ دے گا تو چلے گا نہیں اور صحیح جواب دے کہ میں نے یہ قصور کیا ہے تو اُس پر یہ سوال ہو سکتا ہے معاذ اللہ، اللہ پناہ میں رکھے کہ ہم تو اس پر سزا دیں گے، نہیں چھوڑتے تو پھر کیا ہوگا پھر حساب کے بعد ہلاکت ہی آ گئی تو **من نوقش الحساب یھلک** تو حساب میں ''مناقشہ'' جس سے ہو جائے وہ برباد ہو جائے گا۔ ورنہ ''مناقشہ'' نہیں ہوگا (صرف) پیش کیا جائے گا اور اُسے چھوڑ دیا جائیگا تو قرآن پاک میں جو ارشاد ہے وہ وہ ہے جو پیش کیا جائے اور چھوڑ دیا جائے اور میں نے جو کہا ہے اس سے وہ مراد ہے کہ جس میں پوچھ گچھ ہو جائے نوک جھونک ہو جائے نکتہ چینی ہو جائے احتساب ہو جائے پھر وہ نہیں بچے گا اب ازواجِ مطہراتؓ کے مختلف درجے ہیں زوجہ مطہرہ ہونے میں سب برابر ہیں سب اہلِ خانہ ہیں اور سب دنیا میں بھی تھیں اور آخرت میں بھی ہوں گی لیکن ہر ایک کے بارے میں کلمات جو جو تعریف کے حدیث شریف میں آئے ہیں ان میں سے کچھ یہاں پر آتے ہیں حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میں نے جناب رسول اللہ ﷺ سے یہ فرماتے ہوئے سُنا **خیر نسا ئھا مریم بنت عمران وخیر نسائھا خدیجة بنت خویلد** عورتوں میں سب سے بہترین عورت وہ حضرت مریم ہیں اور سب سے بہترین عورت حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا ہیں۔ اب سب سے بہترین عورت یعنی اُس زمانہ میں حضرت مریم ہیں اور اِس زمانہ میں سب سے بہترین عورت حضرت خدیجہ بنت خویلد رضی اللہ عنہا ہیں۔ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا حضرت علی رضی اللہ عنہ کی بھابی ہوئیں۔ رسول اللہ ﷺ ان کے چچازاد بھائی تھے۔ اُن کے بارے میں یہ کلمات سنے ہیں اور پھر حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا

کے نکاح کے بعد یہ ساس بھی ہوگئیں تو اتنا بڑا درجہ اِنھیں جوملا اس کی وجہ کیا ہے؟ وجہ یہ ہے کہ تقدم ہے اسلام میں، یہ بہت پہلے اسلام لائی ہیں اور اگر یہ کہا جائے کہ سب سے پہلے وہ اسلام لائی ہیں تو شائد یہ بھی صحیح ہو اس واسطے کہ جب وحی اُتری اور رسول اللہ ﷺ کی طبیعتِ مبارکہ پر اس کا اثر ہوا گھر تشریف لائے تو طبیعت پر ایسا اثر تھا کہ جیسے سردی لگ رہی تھی ظاہر بات ہے یعنی فرشتہ اور انسان اُس کا اس طرح سے بدن سے ملنا اور بدن پر اثر ڈالنا تو ایک دم آدمی اس کا عادی نہیں ہوتا رفتہ رفتہ عادت ہوتو ہو پہلے پہل یہ قصہ پیش آیا اس کا اثر طبیعت مبارک پر ہوا۔ جب تشریف لائے گھر میں تو فرمایا مجھے چادر اوڑھاؤ سردی لگ رہی ہے کپڑا اوڑھایا اور پھر فرمایا ایسے ایسے واقعہ میرے ساتھ ''غارِ حرا'' میں پیش آیا ہے اب غارِ حرا میں رسول ﷺ پہلے بھی رہے اور وحی آنے کے بعد بھی وہاں جا کر رہتے رہے۔

رُسوائی سے حفاظت اور اس کی وجہ :

جب حضرت خدیجہؓ نے سُنا تو پھر انھوں نے کہا کہ نہیں کلا واللّٰہ لا یخزیک اللّٰہ ابدا اللہ تعالیٰ آپ کو کبھی بھی رُسوا نہیں ہونے دیں گے یعنی کوئی ایسی چیز پیش آئے کہ جس کی وجہ سے لوگ ہنسیں، لوگوں کی نظروں میں خفت ہو[۱] یہ کبھی نہیں ہوگا انشاء اللہ۔ **انک لتصل الرحِم وتحمل الکلَّ وتَقری الضیفَ وتُعین علی نَوائب الحق** آپ یہ یہ کام کرتے ہیں وہ کام گنا دیئے نیکیاں گنا دیں۔

رشتہ داروں سے حسنِ سلوک :

کہ آپ صلہ رحمی کرتے ہیں جو رشتہ دار ہیں قریبی ان کے ساتھ تعاون کرنا اگر کسی کے پاس مال ہے مال سے کرے، مال نہیں ہے جان سے کرے زبان سے کرے۔ ایک ہی طرح تو نہیں ہوتا ضروری کہ مال ہی سے ہو تعاون، کسی کا کوئی کام نمٹا دے کسی کا کوئی کام کردے وہ بھی تعاون ہے وہ بھی صلہ رحمی میں داخل ہے۔

بے کسوں کی کفالت :

وتحمل الکل جو آدمی بوجھ بن چکا ہو لوگوں پر آپ اُس کا بوجھ اُٹھا لیتے ہیں۔ اُسے ملازمت نہیں ملی وہ بے روزگار ہے یا کام کر ہی نہیں سکتا معذور ہے تو ایسے آدمی کا بوجھ آپ اُٹھاتے ہیں۔

مہمان نوازی :

وتقری الضیف مہمان نوازی کرتے ہیں۔ مہمان کا یہ ہے کہ وہ کسی بھی وقت آجاتا ہے بے وقت آگیا دُشواری ہوتی ہے اور آدمی کے پاس کبھی ہوتا ہے اور کبھی نہیں ہوتا تو اس لحاظ سے دیکھا جائے تو خاصی دِقت ہوتی ہے لیکن رسول اللہ ﷺ

[۱] بخاری شریف ج ۱ ص ۳ و مشکوٰۃ شریف ص ۵۲۲

اس کو خوش طبعی سے برداشت فرماتے تھے اور یہی پسند فرمایا بلکہ فرمایا **من کان یومن باللّٰہ والیوم الآخر** جو اللہ اور آخرت کے دن پر ایمان رکھتا ہو **فلیکرم ضیفہ** اُسے چاہیے کہ اپنے مہمان کا اکرام کرے چونکہ بظاہر خرچ کرنا ہے اور بباطن یہ ہے کہ خدا دے گا تو **من کان یومن باللّٰہ** جو اللہ پر ایمان رکھتا ہے **والیوم الآخر** اور خدا کے یہاں جزا پر ایمان رکھتا ہے تو دونوں چیزوں کا ایمان ہو گیا۔ ایک یہ کہ خدا دے گا جبھی یہ آیا ہے اور دوسرے یہ کہ آخرت میں خدا اُس کی اور بھی جزا دے گا۔ یہ بھی ایمان ہے **فلیکرم ضیفہ** اُسے چاہیے کہ وہ مہمان کا اکرام کرے۔

مہمان نوازی کیسے کرے :

جتنی اُس کی استطاعت ہو۔ اب کسی کی استطاعت ہے بہت تھوڑی تو وہ اُسی اپنی حیثیت سے کرے یہ نہیں فرض کیا گیا کہ اُس کے لیے قرض لے تکلف زیادہ کرے، نہیں ضرورت پوری ہو جائے تو عرب والے اور عجم والے بلکہ باقی سارے مشرقی عالم میں پورے ایشیا وغیرہ میں ان میں مہمانوں کا استقبال کرنا، مہمان نوازی کرنا یہ پرانا دستور رہا ہے قبائل کا، یہ نوشیروان عادل تھا اور حاتم طائی تھے وغیرہ وغیرہ اور اس طرح سے سخی جو گزرے ہیں جہاں جہاں تو وہاں مہمان نوازی کا سلسلہ بھی رہا ہے اور مغربی دنیا اِن اخلاقیات کو نہیں جانتی۔

زمینی اور سماوی مصائب پر آپ لوگوں کی مدد کرتے ہیں :

وتعین علی نوائب الحق کہ جو آفاتِ سماویہ ہیں اچانک زلزلہ آگیا بارش آگئی سیلاب آگیا کوئی اور چیز آگئی اس طرح کی، تو اُن آفت زدہ لوگوں کی مدد جناب رسول ﷺ کیا کرتے تھے اور یہ وہ چیزیں ہیں جو عالمی طور پر اچھے اخلاق میں شمار ہوتی ہیں۔ تو آقائے نامدار ﷺ کا سب سے پہلے تصدیق کرنے والی وہ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا بنتی ہیں تو حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ آقائے نامدار ﷺ نے اُن کی تعریف فرمائی **خیر نسائھا خدیجۃ بنت خویلد** [۲] پھر ان کا مال اُس وقت صرف ہوا ہے اور اُس وقت اُنھوں نے اسلام کی تائید کی ہے کہ جب اسلام کو سب سے زیادہ ضرورت تھی تائید کی، عورتوں میں یہ ہوئیں۔ مردوں میں ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ہیں لیکن ان سے بھی ملنا گھر سے نکلنے کے بعد ہوا ہے بلکہ یہ (حضرت خدیجہؓ) جنابِ رسول اللہ ﷺ کو ایک عالم کے پاس لے گئیں جن کا نام ورقہ ابن نوفل تھا اور انھوں نے یہ پورا قصہ سنا اور پھر کہا کہ یہ جو آیا ہے آپ کے پاس یہ فرشتہ ہے **ھذا نا موس الذی نزل اللّٰہ علی موسیٰ** یہ وہ فرشتہ ہے جسے اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام پر بھیجا تھا۔

---

[۲] مشکوٰۃ ص ۵۷۳

حضرت موسیٰ علیہ السلام کا نام لینے کی وجہ :

حضرت موسیٰ علیہ السلام کا نام اس لیے لیا کہ موسیٰ علیہ السلام پر وحی کے عیسائی بھی قائل ہیں اور عیسیٰ علیہ السلام کا اس لیے نہیں لیا کہ یہودی اُن کے نبی ہونے کے قائل نہیں ہیں لیکن موسیٰ علیہ السلام کو یہودی بھی مانتے ہیں اور عیسائی بھی مانتے ہیں تو یہ وہ ہے "صاحبِ سرِّ خیر"۔ "ناموس" کہتے ہیں صاحب سرِّ خیر یعنی "ناموس" وہ ہے جس کے پاس اچھے راز ہوں اور "جاسوس" وہ ہے جس کے پاس بُرے راز ہوں وہ بُرائی کر رہا ہو کسی کے ساتھ اور کسی دوسرے کے ساتھ بھلائی کر رہا ہو تو **هذا ناموس الذى نزل الله على موسى** تو اس کی ورقہ ابن نوفل نے بھی تصدیق کی پھر ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نمبر ایک آتے ہیں اور حضرت علی رضی اللہ عنہ بچوں میں نمبر ایک آتے ہیں، مردوں میں عورتوں میں بچوں میں اس طرح سے تقسیم کی جائے تو یہ سب نمبر ایک بن جاتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ اور جبرئیل علیہ السلام کی طرف سے ان کو سلام :

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جبرئیل علیہ السلام آئے رسول اللہ ﷺ کے پاس اور یہ عرض کیا **یارسول الله** اے اللہ کے رسول **هذه خديجة قد اتت، معها اناء فيه اداء وطعام** یہ خدیجہ آئی ہیں ان کے ساتھ ایک برتن ہے اس میں سالن ہے اور کھانے کا سامان ہے **فاذا اتتک فاقرأ عليها السلام من ربها** جب آپ کے پاس وہ پہنچیں تو ان کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے پیغام سلامتی دینا۔ اللہ تعالیٰ کی طرف سے سلام کا مطلب پیغامِ سلامتی ہے خوشخبری سلامتی کی دنیا اور آخرت دونوں میں ہوگی۔ **من ربها ومنى** اللہ کی طرف سے اور میری طرف سے بھی **وبشرها ببيت فى الجنة من قصب لا صخب فيه ولا نصب** ان کو خوشخبری دے دیں بشارت دے دیں کہ اللہ تعالیٰ ان کو جنت میں ایک مکان دیں گے جو موتی کا بنا ہوا ہوگا **لا صخب فيه ولا نصب** [۳] نہ اُس میں شور ہوگا بلکہ سکون ہوگا **ولا نصب** اور تھکان بھی نہیں ہوگا۔ یہ بات کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے پیغامِ سلامتی آیا ہو یہ بہت بڑی چیز ہے یہ جناب رسول اللہ ﷺ کی ازواجِ مطہرات میں صرف حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ خاص ہے۔ آگے آئے گا کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو حضرت جبرئیل علیہ السلام نے عرض کیا ہے کہ میرا سلام پہنچا دیجیے اور آپ نے پہنچایا ہے لیکن وہ جبرئیل علیہ السلام کا ہے مگر یہاں **من ربها ومنى** اللہ کی طرف سے اور میری طرف سے پیغام۔ ازواجِ مطہرات کی تعظیم ان سے محبت اور ان کا درجہ پہچاننا یہ سب اہلِ سنت کا طریقہ رہا ہے، عقیدہ رہا ہے۔ اللہ تعالیٰ اُن کو بلند درجات عطا فرمائے اور ہمیں آخرت میں اُن کا ساتھ نصیب ہو۔ آمین۔ اختتامی دُعاء.........

---

۳ مشکوٰۃ شریف ص ۵۷۳

سلسلہ نمبر۳ قسط نمبر۱

''الحامد ٹرسٹ'' نزد جامعہ مدنیہ جدید رائے ونڈ روڈ لاہور کی جانب سے شیخ المشائخ محدثِ کبیر حضرت اقدس مولانا سیّد حامد میاں صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ علیہ کے بعض اہم خطوط اور مضامین کو سلسلہ وار شائع کرنے کا اہتمام کیا گیا ہے جو تا حال طبع نہیں ہو سکے جبکہ ان کی نوع بنوع خصوصیات اس بات کی متقاضی ہیں کہ افادۂ عام کی خاطر ان کو شائع کر دیا جائے۔ اسی سلسلہ میں بعض وہ مضامین بھی شائع کیے جائیں گے جو بعض جرائد واخبارات میں مختلف مواقع پر شائع ہو چکے ہیں تا کہ ایک ہی لڑی میں تمام مضامین مرتب و یکجا محفوظ ہو جائیں۔ (ادارہ)

حضرت مولانا سیّد محمد میاں صاحب رحمہ اللہ

《 نظر ثانی و عنوانات : مولانا سیّد محمود میاں صاحب 》

والد ماجد حضرت مولانا سید محمد میاں صاحب نور اللہ مرقدہٗ کی تاریخ پیدائش ۱۲ر رجب ۱۳۲۱ھ (۴ر اکتوبر ۱۹۰۳ء) ہے، جائے پیدائش دیوبند کا ''محلہ سرائے پیرزادگان'' ہے، تاریخی نام ''مظفر میاں'' ہے۔

خاندان اور وطن :

وطن مالوف دیوبند تھا۔ نسباً ساداتِ حسینی میں ہیں۔ دیوبند میں سادات کے متعدد خاندان ہیں لیکن یہ خاندان سب سے قدیم ہے۔ گیارہویں صدی کے اوائل میں جدامجد سید ابراہیم صاحب رحمۃ اللہ علیہ دیوبند قیام فرما ہوئے تھے۔ یہ جہانگیر کا دورہ تھا۔ جہاں آپ قیام فرما ہوئے تھے وہ جگہ بستی سے کچھ الگ ہے اسے ''سرائے پیرزادگان'' کہا جاتا ہے۔ وہیں مسجد خانقاہ اور آپ کا مزار ہے ان کی وفات ۱۰۳۴ھ میں ہوئی اور محلہ ''سرائے پیرزادگان'' ہی میں مدفون ہوئے۔

شجرۂ نسب :

اس خاندان کے حالات ''تاریخ دیوبند'' میں بھی دیے گئے ہیں۔ نیز دیوبند سے ایک رسالہ ''تذکرۂ ساداتِ رضویہ'' کے نام سے شائع ہوا ہے اس میں شجرۂ نسب بھی ہے۔ والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ اور نبی کریم علیہ الصلوۃ والتسلیم کے درمیان اڑتیس واسطے ہوتے ہیں :

مولانا سیّد محمد میاں ابن سیّد منظور محمد ابن سیّد یوسف علی ابن سیّد محمد علی ابن سیّد ظہور ولی ابن سیّد محمد فردوس ابن سیّد شاہ شبلی ابن حضرت بندگی محمد اسمٰعیل ابن حضرت سیّد محمد ابراہیم قدس اللہ سرہٗ ابن سیّد سعد اللہ ابن سیّد محمود قلندر ابن سیّد احمد ابن سیّد فرید بن وجیہ الدین بن علاء الدین بن سیّد احمد کبیر ابن سیّد شہاب الدین بن حسین علی بن عبدالباسط بن ابوالعباس بن اسحاق عندلیب المکی ابن القاری حسین علی ہادی بن لطف اللہ بن تاج الدین احمد بن حسین بن علاء الدین بن ابی طالب بن ناصر الدین احمد بن نظام الدین حسین بن موسیٰ بن محمد الاعرج ابن ابی عبداللہ احمد بن موسیٰ المبرقع ابن امام محمد تقی ابن امام موسیٰ علی رضا ابن امام موسیٰ کاظم ابن امام جعفر صادق ابن امام محمد باقر ابن امام زین العابدین ابن امام ابی عبداللہ الحسین ابن سیّدۃ النساء فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا بنتِ سرورِ کائنات محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔

(تذکرہ سادات رضویہ دیوبند ص ۳ و ص ۲۵۔ مصنفہ سیّد محبوب رضوی شائع کردہ علمی مرکز دیوبند)

اس شجرہ میں سیّد حسین علی بن عبدالباسط حمص (شام) سے ترک وطن کرکے اَوَش چلے گئے وہاں سے دہلی آئے حضرت خواجہ بہاؤ الدین زکریاؒ سے مرید ہوئے کسب فیض کیا اور حضرت بابا فرید الدین شکر گنج رحمۃ اللہ علیہ کے مشائخ سے کسبِ فیض کیا ان کے ساتھی رہے پھر سندھ کے قدیم شہر بھکر میں اقامت گزیں رہے اور وہیں بعہدِ سلطان الدین خلجی وفات پائی ان کا سالِ وفات ۶۹۵ھ ہے اور حضرت بابا صاحبؒ کا ۶۹۰ھ پھر ان کی اہلیہ اپنے دو خورد سالہ بچوں شہاب الدین وغیرہ کو لے کر حمص واپس چلی گئیں۔ اَوَش فرغانہ کے علاقہ میں واقع ہے یہی ظہیر الدین بابر کا بھی وطن تھا اور حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکی رحمۃ اللہ علیہ کا بھی۔ (تذکرہ سادات رضویہ دیوبند ص ۴)

بچپن اور تعلیم :

داداجان رحمۃ اللہ علیہ جن کا اسم گرامی منظور محمد تھا۔ ان کی طبیعت میں قناعت وصبر رچا ہوا تھا مولانا راشد حسن صاحب عثمانی مرحوم فرمایا کرتے تھے کہ میں نے ان سے زیادہ خوددار نہیں دیکھا مولانا راشد حسن صاحب حضرت شیخ الہند مولانا محمود حسن صاحب کے بھائی جناب حامد حسن صاحب رحمہما اللہ تعالیٰ کے صاحبزادے تھے ان کا یہ قول اس لیے زیادہ وزنی ہے کہ خود مولانا راشد حسن صاحب بھی نہایت عسرت کے دور سے گزرے تھے جناب سیّد منظور محمد صاحب بسلسلۂ ملازمت دیوبند سے باہر رہتے تھے تو آپ بھی مع والدۂ محترمہ (بنت سیّد ریاض حسینؒ) انہیں کے ساتھ رہتے تھے۔ پانچ یا چھ برس کی عمر ہوئی تو والدین کو آپ کی تعلیم کی فکر ہوئی۔ موضع بچولہ ضلع بلند شہر جو داداجان رحمۃ اللہ علیہ کا ہیڈ کوارٹر تھا چھوٹا سا

گاؤں تھا جہاں کوئی تعلیمی ادارہ موجود نہیں تھا والد صاحب کی نانی صاحبہ نے شفقت فرمائی اور آپ کے والدین کی درخواست پر بسم اللہ کرادی۔ وہ بہت صالح صابر و شاکر خاتون شمار ہوتی تھیں۔ ان کے یہاں دو ہی بچے ہوئے تھے۔ ایک آپ کی والدہ اکرام النساء اور دوسرے ماموں سیّد بشیر احمد (والد ماجد مولانا حافظ سیّد محمد اعلیٰ صاحب مدظلہم)، پھر نانا صاحب کا انتقال ہوگیا تھا بیوگی کے عالم میں انہوں نے ان دونوں بچوں کی تربیت و پرورش کی۔ وہ صوم وصلاۃ کے علاوہ دیگر اوراد کی بھی پابند تھیں۔ سونے سے پہلے سورۂ ملک اور سورۂ واقعہ کے علاوہ ایک طویل مناجات پڑھنے کا معمول تھا۔ جس میں اللہ تعالیٰ کے ننانوے نام ہیں۔

آپ کے والد ماجد اس تاریک قریہ میں تھوڑا عرصہ رہے۔ پھر موضع ٹنڈ ھیرہ ضلع مظفر نگر تبادلہ ہوگیا۔ جہاں دینی تعلیم کا مکتب تھا۔ آپ مکتب میں داخل کرادیے گئے پھر آپ کے والد صاحب کا قصبہ بیلسونہ تبادلہ ہوگیا۔ وہاں ایک صاحب تھے، خلیل احمد صاحب ان کا اسم گرامی تھا پیشہ چرم دوزی تھا۔ مگر فارسی کی قابلیت بہت عمدہ تھی۔ آپ قرآن شریف ختم کرتے ہی موصوف کے حوالے کردیئے گئے کہ موصوف فارسی پڑھائیں۔ مگر یہ سب عارضی انتظامات تھے۔ اور چونکہ تقریباً چھ ماہ بعد آپ کے والد صاحب کا تبادلہ ہوتا رہتا تھا۔ تو یہ انتظامات بھی ناکافی رہتے تھے۔

خاندان کے نئے رواج کے مطابق آپ کو انگریزی پڑھانے کے لیے سرکاری اسکول میں داخل کرنا چاہیے تھا مگر انگریزی تعلیم کے مصارف غیر قابلِ برداشت سمجھے گئے اور یہی بہت بہتر ہوا۔ خداوند کریم نے ان کی اعلیٰ ذہنی صلاحیت اپنے دین کے لیے قبول فرمائی۔ چنانچہ آپ کو دارالعلوم دیوبند کے درجہ فارسی میں داخلہ کردیا گیا جہاں تعلیم کی فیس نہ تھی۔ یہ غالباً ۱۹۱۶ء کا واقعہ ہے۔ درجاتِ فارسی کی تکمیل کے بعد آپ درجاتِ عربی میں داخل ہوئے اور ۱۳۴۳ھ/ ۱۹۲۵ء میں فراغت ہوئی۔

دورۂ حدیث شریف علامہ عصر حضرت مولانا محمد انور شاہ صاحب کشمیری نوراللہ مرقدہٗ سے پڑھا از ہر شاہ صاحب قیصر مدظلہم نے ماہنامہ دارالعلوم کے اداریہ میں لکھا ہے کہ "آپ کو محدث العصر حضرت مولانا انور شاہ صاحب کشمیری قدس سرہٗ (م ۱۳۵۲ھ) سے شرفِ تلمذ حاصل تھا۔ بلکہ ممتاز تلامذہ میں آپ کا شمار ہوتا تھا، علمی ذوق شوق استادِ محترم سے ورثہ میں ملا تھا۔

تدریسی خدمات :

مارچ ۱۹۲۶ء میں کلکتہ میں جمعیۃ علماء ہند کا دوسرا اجلاس زیرِ صدارت علامہ سیّد سلیمان ندوی رحمۃ اللہ علیہ ہوا تھا حضرت علامہ انور شاہ صاحب صدر المدرسین دارالعلوم دیوبند اور دارالعلوم دیوبند کے جملہ اکابر اس میں شامل ہوئے،

واپسی پر مدرسہ حنفیہ آرہ شاہ آباد کے ارکان نے صدر المدرسین دارالعلوم دیوبند حضرت علامہ کشمیریؒ سے ایسے مدرس کی فرمائش کی جو عربی تقریر وتحریر کی مشق کراسکے اور خصوصاً فن ادب کی اُونچی کتابیں پڑھا سکے۔ حضرت موصوف دیوبند واپس ہوئے تو شیخ الادب حضرت مولانا اعزاز علی صاحبؒ کے مشورہ سے اس کے لیے والد ماجد رحمۃ اللہ علیہ کو منتخب کیا گیا۔ وہاں آپ نے تقریباً ساڑھے تین سال قیام فرمایا۔ اول اول کچھ مشکلات پیش آئیں۔ پھر نہ صرف مدرسہ کے حضرات بلکہ شہر کے بھی بہت سے حضرات مانوس ہوگئے (والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے ایک دفعہ وہاں کے واقعات کا ذکر فرمایا تو ارشاد فرمایا کہ پہلے پہل کچھ دشواریاں پیش آئیں مگر بعد میں اہلِ مدرسہ ایسے مانوس ہوئے کہ میری بات کو دلیل اور حجت کا درجہ دینے لگے)۔ صوبہ بہار کے دوسرے اضلاع کے علماء اور بزرگوں سے بھی تعارف ہوگیا۔ لیکن آپ خود اس مدرسہ سے خاطر برداشتہ رہے۔ جس کی وجہ یہ تھی کہ اس مدرسہ کو سرکاری ایڈ ملتی تھی۔ اور بہار یونیورسٹی کے درجات فاضل وغیرہ کی تیاری بھی یہاں کرائی جاتی تھی۔ یہ دونوں باتیں دارالعلوم دیوبند کے اصول کے خلاف تھیں۔ آپ کے اکابر جو دارالعلوم کے بااثر اور بارسوخ حضرات تھے انہوں نے اگر چہ وقتی طور پر آپ کا وہاں انتخاب فرمادیا تھا۔ اور اس میں بھی شک نہیں کہ کچھ عرصہ اگر وہاں اور قیام رہتا تو شمس الہدٰی میں پروفیسر ہوسکتے تھے۔ اور یہ بھی ممکن تھا کہ پروفیسر ہونے کے بعد پرنسپل بھی ہوجاتے۔ کیونکہ وہاں تعلقات کا دائرہ وسیع ہوگیا تھا اور وہاں کی پرنسپل شپ کے لیے کسی ڈگری کی ضرورت نہ تھی۔ اس زمانہ میں مولانا محمد سہول صاحب پرنسپل تھے جو صرف فاضل دارالعلوم دیوبند تھے۔ اور دیوبند وغیرہ میں بااثر استاد رہ چکے تھے۔ ان کے پاس کوئی اور ڈگری نہیں تھی اور وہ بظاہر انگریزی کے حروف سے بھی واقف نہ تھے۔ لیکن والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کسی ایسے مدرسہ کے خواہاں تھے جو دارالعلوم دیوبند کی طرح سرکاری امداد اور سرکاری اثرات سے پاک ہو۔

حسنِ اتفاق کہ جامعہ قاسمیہ (مدرسہ شاہی) مراد آباد میں ایک ایسے استاذ کی ضرورت ہوئی جو درجات علیا کی تعلیم دے سکے۔ اس جگہ کے لیے دیوبند کے اکابر خصوصاً حضرت مولانا حبیب الرحمٰن صاحبؒ مہتمم دارالعلوم دیوبند نے آپ کو تجویز فرمایا اور سفارش فرمائی۔ حضرت مولانا اعزاز علی صاحبؒ نے اس سفارش کی تائید فرمادی اور والد صاحب کو تحریر فرمایا کہ ''اب ایسے مدرسہ میں بھیجا جارہا ہے جو علم کا مرکز ہے''۔

نامناسب نہ ہوگا اگر یہاں مراد آباد کے علمی وفکری حالات کا کچھ خاکہ پیش کردیا جائے :

جامعہ قاسمیہ مراد آباد جسے عرفاً ''مدرسہ شاہی'' کہا جاتا ہے حضرت مولانا محمد قاسم صاحب نانوتوی قدس سرہ کا قائم کردہ ہے اس کا نام حضرتؒ نے ''مدرسۃ الغرباء'' رکھا تھا، جس کی ایک وجہ یہ بھی بیان کی جاتی ہے کہ آپ کی اپیل پر جس نے سب سے پہلے چندہ دیا تھا وہ کوئی نیک بخت مسافر تھا۔ پھر حضرت کی نسبت سے اس کا نام ''جامعہ قاسمیہ'' ہوگیا۔ اور چونکہ یہ مدرسہ شاہی مسجد میں تھا اس لیے اسے ''شاہی مدرسہ'' بھی کہا جاتا ہے، مدرسہ میں جو نام کندہ کرایا گیا ہے یہ

ہے ''مدرسۃ الغرباء جامعہ قاسمیہ واقع شاہی مسجد''۔ یہ مدرسہ ۱۲۹۶ھ/ ۱۸۷۸ء ماہ صفر سے جاری ہوا۔ سب سے پہلے مدرس مولانا سیّد احمد حسن صاحب امروہوی تھے۔ جو مولانا رحمۃ اللہ صاحب کے شاگرد رشید تھے۔ مولانا رحمت اللہ صاحب بہت بڑے مناظر تھے۔ عیسائیوں کے پاس ان کا جواب نہ تھا انگریز اُن کی جان کے دُشمن ہو گئے انہوں نے یہ دیکھ کر سفر ہجرت کیا مکہ مکرمہ میں قیام اختیار فرمایا وہاں ''مدرسہ صولتیہ'' شروع کیا۔ ''اظہار الحق'' نامی کتاب تحریر فرمائی جو عربی میں دو جلدوں میں ہے اور عیسائی مذہب کے بارے میں اعلیٰ ترین مناظرانہ کتاب شمار ہوتی چلی آئی ہے۔ مصر میں پادری فنڈر کے مناظرہ میں علماء مصر کو تشویش ہوئی تو آپ کو مکہ مکرمہ سے بلایا آپ نے فرمایا کہ اسے میرے آنے کی خبر نہ دیں ورنہ مناظرہ کو ٹلا جائیگا ایسے ہی ہدایت پر عمل کیا وہ جب بالکل لاجواب ہو گیا تو اس نے اگلے دن جوابات دینے کے لیے مہلت مانگی اور رات کو خودکشی کر لی۔ یہ اس زمانہ میں عیسائیوں کا سب سے بڑا چرب زبان پادری تھا۔ مولانا رحمت اللہ صاحب کی وفات مکہ مکرمہ میں ہوئی وہیں جنت المعلیٰ میں مدفون ہیں حضرت حاجی امداد اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ بھی ایک کمرے میں قیام فرماتے تھے۔ وہ کمرہ مدرسہ صولتیہ میں اب بھی بحالہ موجود ہے حضرت مولانا زکریا صاحب دامت برکاتہم مکہ مکرمہ میں اسی میں قیام فرماتے ہیں اور قبر مبارک بھی جنت المعلیٰ میں مولانا رحمت اللہ کے پہلو بہ پہلو ہے۔ غرض مولانا سیّد احمد حسن صاحب ان کے شاگرد تھے انہوں نے تدریس کا آغاز کیا تنخواہ ۳۵ روپے ماہانہ مقرر کی گئی تھی۔ (از روداد ۹۶ھ) حضرت مولانا محمد یعقوب صاحب نانوتوی قدس سرہٗ نے ۱۳۰۰ھ میں مدرسہ کا سالانہ امتحان لیا تو تعلیمی حالت سے خوش ہو کر فرمایا: اگر چند سال ایسی صورت رہی تو یہ مدرسہ تمام مدارس عربیہ میں مثل مدرسۂ دیوبند نہایت نام آور اور مشہور ہوگا''۔ (از روداد مدرسہ ۱۳۰۰ھ)۔ اس مدرسہ سے بہت بڑے بڑے حضرات فارغ التحصیل ہوئے۔ حضرت مولانا حافظ محمد احمد صاحبؒ ابن حضرت اقدس مولانا محمد قاسم صاحب نانوتوی قدس سرہٗ، مفتی اعظم ہند حضرت مولانا مفتی کفایت اللہ صاحبؒ، ریاض الدین صاحب افضل گڑھی صدر مفتی دارالعلوم دیوبند، مولانا عبدالغفور صاحب غزنوی قاضی القضاۃ غزنی محمود طرزی وزیر اعظم افغانستان، اپنے حضرت مفتی محمود صاحب اور دیگر بہت بڑے بڑے اکابر اسی مدرسہ کے فارغ شدہ ہیں۔ حضرت نانوتوی قدس سرہٗ کے تعلقات اہلِ مراد آباد سے چلے آرہے تھے آپ کے ایک خلیفہ حضرت مولانا محمد صدیق صاحب مراد آباد کے رہنے والے تھے، اور حضرت مدنی رحمۃ اللہ علیہ ان کے زمانہ سے لے کر ان کے پڑپوتوں کے زمانہ تک ہمیشہ ان کے اسی مکان میں محلّہ ''بغیہ'' میں قیام فرماتے رہے، حالانکہ مکان نہایت خستہ ہو چکا تھا اور ٹھہرنے کے لیے عمدہ سے عمدہ انتظام ہو سکتا تھا۔

مراد آباد میں ایک محلّہ کا نام ''گلشہید'' ہے وہاں شہداء ۱۸۵۷ء کے مزارات ہیں یہ لفظ گلہ اور شہید سے مرکب معلوم ہوتا ہے مراد آباد میں انگریزوں نے کئی اضلاع کے لیے اپنا ہیڈ کوارٹر بنا لیا تھا۔ اہلِ مراد آباد میں یہ روایت چلی

آرہی ہے کہ وہاں ۵۷ء کے بعد ساڑھے سولہ ہزار مجاہدین حریت کو سولی پر چڑھایا گیا یہ مجاہدین مراد آباد کے علاوہ اس کے اطراف سے بھی لائے جاتے رہے۔ مراد آباد سے نینی تال جیسے بلند پہاڑ کا فاصلہ صرف چالیس میل ہے۔ حضرت نانوتوی قدس سرہٗ کا قیام ۵۷ء سے پہلے دہلی میں رہا تھا جو مرکز اور پایۂ تخت تھا ایسی جگہ ہر طرف سے آنے جانے والے ہمیشہ رہتے ہیں جس سے حلقہ تعلقات میں اضافہ ہوتا ہے خود حضرت نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ مجاہد تھے انہوں نے شاملی میں انگریز کی فوج سے جہاد بھی کیا تھا جس میں اُن کے چچا پیر حافظ ضامن صاحب رحمۃ اللہ علیہ (حضرت حاجی امداد اللہ صاحب مہاجر مکی رحمۃ اللہ علیہ کے پیر بھائی) نے جامِ شہادت نوش فرمایا تھا۔ اس معرکہ میں خود حضرت حاجی صاحب اور مولانا رشید احمد صاحب گنگوہی رحمۃ اللہ علیہم سب ہی شریک تھے تفصیل ''علماء ہند کا شاندار ماضی'' میں ہے ان مجاہدین کے دُور دُور تعلقات تھے اور ربط تھا اس طرح بھی حضرت نانوتوی قدس سرہٗ کا اہلِ مراد آباد سے رشتۂ جہاد منسلک تھا یہ گفتگو تو درمیان میں مراد آباد کے کچھ تعارف کے لیے آگئی تھی تذکرہ تھا کہ والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ مجاہدین حریت کے مرکز جامعہ قاسمیہ میں تشریف لے آئے وہاں آپ نے ترمذی شریف، بیضاوی شریف، جلالین، ہدایہ اخیرین، اور ادب کی تمام کتابیں پڑھائیں۔ (منطق میں ملاحسن بھی پڑھائی) پھر آخری دور میں ''مدرسہ امینیہ'' دہلی میں ترمذی شریف اور ہدایہ اخیرین کے ساتھ بخاری شریف بھی پڑھانی نصیب ہوئی اور افتاء کا کام تو مراد آباد سے جو شروع ہوا تو اخیر وقت تک چلتا رہا، جامعہ قاسمیہ میں شعبۂ افتاء مستقل حیثیت سے قائم نہ تھا وہ آپ نے ہی شروع فرمایا۔ تصنیف و تالیف عبادت و ریاضت کا سلسلہ اخیر وقت تک قائم رہا۔

تصانیف :

۳۹ء میں جرمنی کی جنگ شروع ہوئی۔ اسی زمانہ میں آپ نے مشہور کتاب ''علماء ہند کا شاندار ماضی'' تحریر فرمائی جو ضبط کر لی گئی۔ پریس بھی ضبط کر لیا گیا۔ آپ کو گرفتار کر لیا گیا مگر ضمانت پر رہا کر دیا گیا۔ آپ کے پیشِ نظر شاندار ماضی کی تصنیف کے دو مقصد تھے۔ اول یہ کہ سیاسی تحریک میں علماء کی شرکت کو علماء کی شان کے خلاف ایک طرح کی بدعت قرار دیا جا رہا تھا۔ اس کتاب میں ظاہر کیا گیا ہے کہ علماء نے ہر دور میں اسی دور کی سیاست کے مطابق عملی حصہ لیا اور سزائیں بھگتی ہیں۔ لہٰذا اس دور میں اسی دور کے تقاضا کے مطابق تحریک میں حصہ لینا علماء کی شان کے خلاف نہیں بلکہ ان کی تاریخی روایات کو زندہ کرنا ہے۔ دوسرا مقصد تحریکِ آزادی کو تقویت دینا تھا اس لیے ان مظالم کی تاریخ بیان کی گئی تھی جو ایسٹ انڈیا کمپنی کے آغاز سے اس وقت تک انگریزوں نے کیے تھے۔ اس کے قریب قریب زمانہ میں ایک بار خانہ تلاشی بھی لی گئی تھی لیکن پولیس کو کوئی مواد نہیں ملا۔

سیاسیات :

والد ماجد رحمۃ اللہ علیہ مارچ ۲۸ء میں مدرسہ شاہی پہنچے [1] ان کی تحریرات میں ہے کہ مدرسہ شاہی کی فضا مزاج کے موافق مل گئی کہ دارالعلوم دیو بند کی طرح یہ مدرسہ بھی سرکاری امداد اور سرکاری اثرات سے پاک تھا اس مدرسہ کے صدرالمدرسین حضرت مولانا سیّد فخر الدین صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ تھے جو بعد میں دارالعلوم دیو بند کے شیخ الحدیث اور جمعیۃ علماء ہند کے صدر ہوئے۔

مولانا موصوف شیخ الہند حضرت مولانا محمود حسن صاحبؒ کے خاص شاگرد اور سیاسی خیالات میں اُن کے پختہ معتقد تھے۔تحریکِ خلافت میں اگرچہ جیل نہیں گئے مگر کام بہت کیا تھا۔زیادہ تر آپ ہی کی خدمات تھیں جن کی وجہ سے مدرسہ شاہی نے سیاسی تحریک کے سلسلہ میں خاص امتیاز حاصل کیا۔

یہ وہ زمانہ تھا کہ سائمن کمیشن ہندوستان پہنچ کرنا کام واپس ہوا تھا اور تقریباً سات سال کی خاموشی کے بعد جب ۳۹ء شروع ہوا تو ہندوستان میں مختلف تحریکوں نے جنم لینا شروع کیا۔اُس وقت ولبھ بھائی پٹیل اور گاندھی نے تحریک شروع کی تھی۔لہٰذا یہ سوال پیدا ہوا کہ مسلمانوں کو کیا کرنا چاہیے۔جمعیۃ علماء ہند نے اس سوال پر غور کرنے اور مسلمانوں کی صحیح رہنمائی کے لیے امروہہ میں اجلاس کیا۔مولانا معین الدین صاحب اجمیری رحمہ اللہ اس اجلاس کے صدر تھے۔

مسلمانوں میں ایک جماعت وہ تھی جو تحریکِ آزادی میں شرکت سے پہلے ہندو مسلم معاہدہ کو ضروری سمجھتی تھی۔لیکن دوسری جماعت جن کی سربراہ جمعیۃ علماء ہند تھی اس کا یقین یہ تھا کہ جدوجہد آزادی ایسا فرض ہے جو دوسرے برادرانِ وطن سے زیادہ مسلمانوں پر عائد ہوتا ہے۔برادرانِ وطن اس کو صرف سیاسی مسئلہ سمجھتے ہیں۔مگر مسلمانوں کے لیے اس کی نوعیت مذہبی مسئلہ کی بھی ہے۔جس کا مدار کسی معاہدہ پر نہیں ہے علاوہ ازیں وہ یہ بھی سمجھتے تھے کہ برطانیہ کے سیاسی اقتدار بلکہ اس کے سیاسی جبروت کے دور میں کسی متفقہ معاہدہ کا تصور جوئے شیر کے تصور سے کم نہیں ہے، چنانچہ جیسے ہی جمعیۃ علماء ہند نے امروہہ میں اجلاس عام کا اعلان کیا دوسری جماعت جمعیۃ علماء اسلام کے نام سے کھڑی ہوگئی اور اس نے بھی ان ہی تاریخوں میں امروہہ میں اپنی جمعیۃ کا اجلاس کیا۔

والد ماجد رحمۃ اللہ علیہ کو مدرسہ شاہی مراد آباد میں کام کرتے ہوئے ابھی ایک سال ہی ہوا تھا کہ سیاسی فضا میں یہ گرمی پیدا ہوگئی۔اسی سال جب جمعیۃ علماء مراد آباد کا انتخاب ہوا تو آپ کو نائب ناظم بنا دیا گیا۔

---

[1] ۲۸ء ہی میں حضرت اقدس مولانا مدنی قدس سرہٗ دارالعلوم دیو بند شیخ الحدیث کے عہدہ پر تدریسی فرائض انجام دینے کے لیے تشریف لائے۔

کچھ روز بعد جمیعۃ علماء ہند نے شاردا ایکٹ کی تحریک چلائی تو آپ نے پوری سرگرمی سے اس میں حصہ لیا، حتی کہ موٹو وغیرہ اپنے ہاتھ سے تحریر فرمائے۔ ضابطہ کے لحاظ سے جمیعۃ علماء ہند کے اجلاس میں شریک نہیں ہو سکتے تھے کیونکہ اس کے رکن نہیں تھے لیکن بہرحال شرکت کا موقع ملا۔ وہ تحریر فرماتے ہیں کہ میں نے علماء کی بحثیں سُنیں، کچھ قانون دان وکیل اور ایک بیرسٹر صاحب اور ایک بڑے عالم ۲ جو سرکار کے حامی تھے صدر کی اجازت سے وہ بھی اجلاس میں شریک ہوئے اور جناب صدر نے اُن کو بھی بحث میں حصہ لینے کی اجازت دی۔ انہوں نے کانگریس کے خلاف تقریریں کیں اور یہ کہ مسلمانوں کو اس میں حصہ نہ لینا چاہیے ان کے پیش کردہ دلائل ان کی نظر میں مضبوط ہوں گے مگر مجھے نہایت لچر معلوم ہوئے۔

جمیعۃ علماء کے ارکان میں سے حضرت سیّد سلیمان صاحب ندوی اور مولانا مفتی کفایت اللہ صاحب حضرت مولانا حسین احمد صاحب مدنی ؒ کی تقریروں نے مجھے متاثر کیا، سیّد صاحب کی تقریر تاریخی اور سیاسی نوعیت کی تھی۔ اور شیخ الاسلام مولانا حسین احمد مدنی ؒ نے مذہبی حیثیت سے روشنی ڈالی تھی۔ مولانا حفظ الرحمٰن صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ اس تجویز کے محرک تھے۔ آخر میں اُن کی تقریر بھی ہوئی، مگر وہ اس وقت اتنے اونچے درجہ کے مقرر نہیں تھے۔ رات کو جلسۂ عام ہوا جس میں مولانا شاہ عطاء اللہ صاحب بخاری کی تقریر ہوئی۔ غالباً تین گھنٹے تک وہ تقریر جاری رہی۔ معلوم ہوتا تھا کہ آگ کے شعلوں کی بارش ہو رہی ہے۔ ''چیرز'' نہیں ہوتے تھے بلکہ مضطربانہ نعرے بلند ہوتے تھے۔ کچھ پر وجد کی کیفیت طاری ہو جاتی تھی۔ بہرحال میں جذباتی لحاظ سے اس تقریر سے متاثر ہوا۔

اجلاس ختم ہوا تو میں مراد آباد واپس ہوا اور حضرت شیخ الاسلام مولانا مدنی رحمۃ اللہ علیہ بھی مراد آباد تشریف لائے میں نے چاہا کہ اجلاس اور جلسہ کی ہماہمی کے علاوہ سکون اور اطمینان کی صورت میں بھی حضرت شیخ سے استصواب کروں چنانچہ احقر نے تنہائی میں حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ سے عرض کیا کہ کیا مجھے تحریک میں حصہ لینا چاہیے۔ مولانا کا جواب لامحالہ اثبات میں تھا۔ مزید فرمایا یورپ خصوصاً برٹش نے دنیا کے بہت سے ممالک کو اپنے تسلط اور چیرہ دستی کے شکنجہ میں کس رکھا ہے۔ اور برٹش کی یہ طاقت ہندوستان کی وجہ سے ہے۔ ہندوستان پر برٹش کی گرفت کچھ بھی ڈھیلی پڑتی ہے تو ان کمزور ممالک پر بھی اس کا اثر پڑتا ہے۔ اور انہیں سانس لینے کا موقع ملتا ہے۔

حضرت شیخ کے اس ارشاد کے بعد احقر کو پوری طرح انشراح ہو گیا چنانچہ حضرت مولانا فخر الدین صاحب کا دست و بازو بن کر تحریک پر کام شروع کر دیا۔ چند روز میں پورے مراد آباد پر تحریک چھا گئی اور صوبہ سرحد کے بعد مراد آباد کی یہ خصوصیت تھی کہ یہاں کانگریس پر مسلمان چھائے ہوئے تھے۔

---

۲ ان کا نام والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے تحریر نہیں فرمایا۔

مجاہدانہ کارنامے اور شجاعت :

۳۰ء میں مراد آباد کے الیکشن میں جو ٹاؤن ہال میں ہو رہا تھا۔ پولیس نے مجمع پر گولی چلائی اور لاٹھی چارج کے بعد گھوڑے دوڑا دیے۔ والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ تحریر فرماتے ہیں کہ وہ اسی میدان میں تھے اور آخر تک رہے۔ خدا کی حفاظت تھی کہ عجیب وغریب طرح گھوڑوں کی ٹاپوں اور فائرنگ کی گولیوں سے بچے، فائرنگ بند ہوگئی تو زخمیوں کو اُٹھوایا۔ عبدالنبی ایسا مجروح ہوا کہ جاں بر نہ ہوسکا۔ دوسرے زخمی اچھے ہو گئے۔

والد صاحب نے تحریر فرمایا ہے کہ پشاور میں قصہ خوانی بازار کے فائرنگ کے بعد یہ یوپی میں پہلا فائرنگ (کا واقعہ) تھا۔ اس کے بعد برابر پامردی اور تسلسل کے ساتھ ساری عمر تدریس وافتاء تصنیف وتالیف عبادت وریاضت کا سلسلہ بھی جاری رہا۔

حضرت مولانا مفتی محمود صاحب مدظلہم نے بھی اسی دور میں والد ماجد رحمۃ اللہ علیہ سے ادب کی کتابیں اور ترمذی شریف پڑھی ہے۔ حضرت مفتی محمود صاحب والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا مذکورہ بالا واقعہ بھی ذکر فرماتے تھے اور فرماتے تھے کہ النفس لا تتوجہ الی شیئین فی ان واحد کا قاعدہ ان کے یہاں منقوض تھا۔ وہ سبق پڑھاتے پڑھاتے بھی لکھ دیا کرتے تھے۔

میں نے اپنے بچپن میں دیکھا تھا کہ والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ باقاعدہ ورزش کیا کرتے تھے، مونگریاں (مگدڑ) بھی گھمایا کرتے تھے، گویا جہاد کے لیے ہر وقت تیاری رکھتے تھے۔

والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ تقریباً سولہ سال مراد آباد رہے۔ اور جماعتی کام اور تصانیف اسی دور میں شروع فرمائیں۔ اس لیے عموماً لوگ انہیں مراد آبادی سمجھنے لگے ان سے اہلِ مراد آباد کے تعلق کا یہ حال تھا کہ حضرت مولانا حفظ الرحمٰن صاحب رحمۃ اللہ علیہ ان کو مراد آباد کا ''بے تاج بادشاہ'' فرمایا کرتے تھے اہلِ مراد آباد کی پرخلوص محبت ہی تھی کہ والد صاحبؒ کی وجہ سے مراد آباد آنے والے رشتہ دار اب تک وہیں ہیں اور بعض حضرات وہیں پیوند خاک ہوگئے۔

قید وبند :

۳۴ء میں جیل جانا ہوا۔ رہائی کے بعد مراد آباد میں کرایہ پر مکان لیا اور سب اہلِ خانہ کو محترم دادا جان اور دادی صاحبہ سمیت دیوبند سے بُلا لیا۔ میں نے دیوبند میں جناب مولانا قاری اصغر علی صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے الف با کا قاعدہ شروع کیا تھا، مراد آباد آنے پر قرآنِ کریم شروع کیا۔

والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا حافظہ بہت قوی تھا، غیر متعلق کتابیں بھی یاد تھیں، میں نے ان سے صرف ایک کتاب پڑھی ہے ''مقامات حریری'' ورنہ ادب کی تعلیم حضرت مولانا عبدالحق صاحب مدنی رحمۃ اللہ علیہ سے حاصل کی ہے لیکن اگر میں والد صاحبؒ سے مقامات نہ پڑھتا تو لغت میں دقتِ نظر جو ہمارے ہندو پاک کا خصوصی حصہ چلا آرہا ہے نہ پیدا ہوتی۔

''مقامات'' پر والد صاحبؒ کی تعلیقات ہیں جو بیشتر **فقه اللغة للثعالبی** سے لی گئی ہیں لیکن یہ سب ان کو اتنی یاد تھیں کہ مطالعہ کے لیے صرف ایک نظر ڈالا کرتے تھے اور اثناء درس تمام تفاصیل دُہرا دیا کرتے تھے۔ جو از بر تھیں۔ اسی طرح اور بھی درسی کتب پر تعلیقات ہیں جو انہوں نے پڑھائی ہیں۔ ان کے علاوہ کافی کافی ضخیم نوٹ بکیں علیحدہ ہیں۔ یہ سارا علمی ذخیرہ غیر مطبوعہ ہے۔

دوپہر کے وقت گھر جانے کے بجائے جو محلہ مغل پورہ مراد آباد میں تھا مدرسہ ہی میں وقت گزارتے اور افتاء کا کام انجام دیتے۔ میں گھر سے کھانا لے آتا تھا، کھانے کا وقت بھی ڈبل کاموں میں صرف فرماتے تھے کہ ظہر کے بعد کے اسباق کا مطالعہ ساتھ ساتھ فرماتے۔ انہیں شام کے سبق پڑھانے کے لیے اتنا مطالعہ کافی ہوتا تھا اور صبح کے وقت کے اسباق کا مطالعہ نماز فجر کے بعد تلاوت و ذکر بارہ تسبیح سے فراغت کے بعد چائے پیتے وقت فرماتے تھے۔ میں نے والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے کبھی کبھی مختلف کتابوں کے مقامات بھی حل کیے ہیں۔ جنھیں وہ بلا مطالعہ ہی زبانی حل کرا دیتے تھے۔ اور وہ اُستاذِ کتاب سے بہتر طرح حل ہوتا تھا۔ میں نے بھی تقریباً تمام ہی کتابیں جامعہ قاسمیہ مراد آباد میں پڑھی ہیں شمس بازغہ، شرح چغمینی، شرح عقائد دوانی توضیح وتلویح حضرت مولانا عجبُ نُور صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے پڑھنے کا موقع ملا البتہ آخری دو سال سے کچھ زیادہ دارالعلوم دیوبند میں پڑھتا رہا ہوں۔ (جاری ہے)

باب : ۴ قسط : ۲۸

فہمِ حدیث

☆

قیامت اور آخرت کی تفصیلات

﴿حضرت مولانا مفتی ڈاکٹر عبدالواحد صاحب﴾

قیامت میں حقوق العباد کا انصاف :

عن عائشةؓ قالت جاء رجل فقعد بين يدى رسول الله ﷺ فقال يا رسول الله ان لى مملوكين يكذبوننى ويخوننى ويعصوننى وأشتمهم واضربهم فكيف انا منهم فقال رسول الله ﷺ اذا كان يوم القيٰمة يحسب ماخانوك وعصوك وكذبوك وعقابك أياهم فان كان عقابك أياهم بقدر ذنوبهم كان كفافا لا لك ولا عليك وان كان عقابك أياهم دون ذنبهم كان فضلا لك وان كان عقابك أياهم فوق ذنوبهم اقتص لهم منك الفضل فتنحى الرجل وجعل يهتف ويبكى فقال له رسول الله ﷺ أما تقرء قول الله تعالىٰ ونضع الموازين القسط ليوم القيٰمة فلا تظلم نفسٌ شيئا وان كان مثقال حبة من خردل أتينا بها وكفٰى بنا حاسبين فقال الرجل ما أجد لى ولهؤلاء شيئاً خيرا من مفارقتهم اشهدك انهم كلهم احرار. (ترمذى)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ ایک شخص رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور آپ کے سامنے بیٹھ گیا پھر عرض کیا یا رسول اللہ! میرے پاس کچھ غلام ہیں (جن کی حالت یہ ہے کہ بسا اوقات) وہ مجھ سے جھوٹ بولتے ہیں، میری چیزوں میں خیانتیں بھی کرتے ہیں، میری نافرمانی بھی کرتے ہیں اور میں (اُن کی ان حرکتوں پر) کبھی انہیں گالیاں دیتا ہوں اور کبھی مارتا بھی ہوں۔ پس قیامت کے دن ان کی وجہ سے میرا کیا حال ہوگا (یعنی اللہ تعالیٰ میرا اور اُن کا فیصلہ کس طرح فرمائے گا) رسول اللہ ﷺ نے اس کے جواب میں فرمایا کہ تمہارے ان غلاموں

نے تمہاری جو خیانت اور نافرمانی کی ہوگی اور تم سے جو جو جھوٹ بولے ہوں گے اور پھر تم نے ان کو جو سزائیں دی ہوں گی قیامت کے دن ان سب کا پورا پورا حساب کیا جائے گا پس اگر تمہاری سزا ان کے قصوروں کے بقدر ہی ہوگی تو معاملہ برابر پر ختم ہو جائے گا نہ تم کو کچھ ملے گا اور نہ تمہیں کچھ دینا پڑے گا اور اگر تمہاری سزا ان کے قصوروں سے کم ثابت ہوگی تو تمھارا فاضل حق تمھیں وہاں ملے گا اور اگر تمھاری سزا اُن کے قصوروں سے زیادہ ثابت ہوگی تو تم سے اس زائد کا بدلہ اُن کو دلوایا جائے گا (جب اس شخص نے رسول اللہ ﷺ کا یہ جواب سنا) تو وہ آپ کے پاس سے ایک طرف کو ہٹ کر رونے اور چلانے لگا (یعنی قیامت کے اس محاسبہ اور پھر وہاں کے عذاب کے خوف سے جب اس پر گریہ غالب ہوا تو وہ ادب کی وجہ سے رسول اللہ ﷺ کے سامنے سے اُٹھ گیا اور ایک طرف کو ہٹ کر بے اختیار رونے اور چلانے لگا۔ رسول اللہ ﷺ نے پھر اس سے فرمایا کیا تم قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد نہیں پڑھتے۔ **ونضع الموازين القسط ليوم القيٰمة فلا تظلم نفس شيئا وا ن كان مثقال حبة من خردل اتينا بها وكفٰى بنا حاسبين.** اور ہم قائم کریں گے قیامت کے دن انصاف کی میزانیں، پس نہیں ظلم ہوگا کسی نفس پر کچھ بھی اور اگر ہوگا کسی کا عمل یا حق رائی کے ایک دانہ کے برابر حاضر کریں گے ہم اس کو بھی اور کافی ہیں ہم حساب کرنے والے۔ اس شخص نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ (یہ سب کچھ سننے کے بعد) میں اپنے لیے اور ان کے لیے اس سے بہتر کچھ نہیں سمجھتا کہ (لوجہ اللہ آزاد کر کے) ان کو اپنے سے الگ کردوں۔ میں آپ کو گواہ کرتا ہوں کہ (میں نے ان کو آزاد کر دیا اور) اب وہ آزاد ہیں۔

جانوروں میں بھی انصاف ہوگا :

عن ابی هريرةؓ ان رسول الله ﷺ قال لتؤدن الحقوق الى اهلها يوم القيامة حتى يقاد للشاة الجلحاء من الشاة القرناءِ. (مسلم)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تمہیں قیامت کے دن حقداروں کو اُن کے حقوق ضرور ادا کرنے ہوں گے یہاں تک کہ بے سینگ والی بکری کو سینگ والی بکری سے (جس نے بلا وجہ سینگ مارا ہوگا) بدلہ دلایا جائے گا (پھر ان کو موت دے دی جائے گی)۔

نیک مومنوں پر قیامت کا دن بہت ہی ہلکا ہوگا :

عن ابی سعید الخدریؓ انه اتی رسول اللّٰه ﷺ فقال اخبرنی من یقوی علی القیام یوم القیٰمة الذی قال اللّٰه عز وجل " یوم یقوم الناس لرب العٰلمین" فقال یخفف علی المومن حتی یکون علیه کا لصلٰوۃ المکتوبة. (البیهقی فی البعث والنشور)

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ وہ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ مجھے بتائیے کہ قیامت کے دن جس کے متعلق فرمایا گیا ہے کہ ''اس دن لوگ کھڑے ہوں گے رب العٰلمین کے حضور تو اُس دن کس کو کھڑے رہنے کی طاقت اور قدرت ہوگی (اور کون اس پورے دن کھڑا رہ سکے گا جس کے متعلق قرآن وحدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ دن پچاس ہزار سال کے برابر ہوگا)۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ سچے ایمان والوں کے حق میں یہ بہت ہلکا اور خفیف کر دیا جائے گا یہاں تک کہ اُن کے لیے بس ایک فرض نماز کی طرح ہو جائے گا۔ (مراد یہ ہے کہ بہت ہی ہلکا کر دیا جائے گا۔ ان کے حق میں دن کی مقدار بھی بہت ہی تیزی سے گزر جائے گی اور ان کو مشقت بھی نہ ہونے کے برابر ہوگی)۔

حوضِ کوثر :

اہلِ ایمان جنت میں جانے سے پہلے اس حوض پر رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں آکر آپ کے دستِ اقدس سے اس کا نہایت سفید وشفاف اور بے انتہا لذیذ وشیریں پانی پئیں گے۔ اس حوض کا منبع اور اصل چشمہ جنت کے اندر ہے اور جنت کے طول وعرض میں اس کی شاخیں نہروں کی شکل میں ہر طرف جاری ہیں، اس چشمہ اور نہر کا نام بھی ''کوثر'' ہے۔ اور حوض کوثر سینکڑوں میل کے طول وعرض میں پھیلا ایک نہایت خوبصورت تالاب ہوگا جو جنت سے باہر ہوگا۔

عن انسؓ قال قال رسول اللّٰه ﷺ بینا انا أسیر فی الجنة اذا أنا بنهر حافتاه قباب الدر المجوف قلت ماهذا یا جبرئیل ؟ قال هٰذا الکوثر الذی اعطاک ربک فاذا طینه مسک اذفر. (بخاری)

حضرت انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔ اس اثنا میں کہ میں جنت میں چلا جا رہا تھا میرا گزر ایک (عجیب وغریب) نہر پر ہوا اس کے دونوں جانب ''درِ مجوف'' سے (یعنی اندر

سے کھو کھلے موتیوں سے) تیار کیے ہوئے خیمے تھے، میں نے جبرئیلؑ سے پوچھا کہ یہ کیا (نہر) ہے؟ جبرئیلؑ نے بتایا کہ یہ وہ کوثر ہے جو آپ کے رب نے آپ کو عطا فرمائی ہے۔ میں نے دیکھا کہ اس کی مٹی (جو اس کی تہہ میں تھی) وہ نہایت مہکنے والی مشک تھی۔

عن عبداللہ بن عمروؓ قال قال رسول اللہ ﷺ حوضی مسیرۃ شھر وزوایاہ سواء ماء ہ ابیض من اللبن وریحہ اطیب من المسک و کیزانہ کنجوم السماء من یشرب منھا فلا یظمأ ابدا .(بخاری و مسلم)

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ کہتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا میرے حوض کی مسافت ایک مہینہ کی ہے (یعنی اللہ تعالیٰ نے جو حوض کوثر مجھے عطا فرمایا ہے وہ اس قدر طویل وعریض ہے کہ اس کی ایک جانب سے دوسری جانب تک ایک مہینہ کی مسافت ہے اور اس کے زاویے یعنی گوشے بالکل برابر ہیں (اس کا مطلب بظاہر یہ ہے کہ وہ مربع ہے اس کا طول وعرض یکساں ہے) اس کا پانی دودھ سے زیادہ سفید ہے اور اس کی خوشبو مشک سے بھی بہتر ہے، اور اس کے کوزے آسمان کے تاروں کی طرح (حسین، چمکدار اوران گنت) ہیں جو اس کا پانی پیئے گا وہ کبھی پیاس میں مبتلا نہیں ہوگا۔

عن ثوبانؓ عن النبی ﷺ قال حوضی من عدن الی عمان البلقاء ماءُ ہ اشد بیاضا من اللبن واحلی من العسل واکو ابہ عدد نجوم السماء من شرب منہ شربۃ لم یظمأ بعدھا أبدا اول الناس ورودا فقراء المھاجرین الشعث رء وسأ الدنس ثیابا الذین لا ینکحون المتنعمات ولا یفتح لھم السدد.(احمد وترمذی)

حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ: میرے حوض کی مسافت اتنی ہے جتنی کہ عدن سے (شام کے ایک شہر) عمان بلقاء تک (مراد بڑی کثیر مسافت ہے)۔ اس کا پانی دودھ سے زیادہ سفید ہے اور شہد سے زیادہ شیریں ہے اور اس کے گلاس گنتی میں آسمان کے ستاروں کی طرح (بے شمار) ہیں۔ (اس کے پانی کی یہ صفت ہے کہ) جو اس میں سے ایک دفعہ پی لے گا اس کے بعد کبھی پیاس کی تکلیف نہیں ہوگی، اس حوض پر سب لوگوں سے پہلے (میرے پاس) پہنچنے والے فقراء مہاجرین ہوں گے، پریشان وپراگندہ سروں والے، میلے کچیلے کپڑوں والے، جن کا نکاح خوش حال وخوش عیش عورتوں سے نہیں ہوسکتا اور جن کے لیے (دنیا

والوں کی نظر میں دینوی مرتبہ میں کم ہونے کی بنا پر) دروازے نہیں کھولے جاتے (یعنی جن کو خوش آمدید نہیں کہا جاتا)۔

عقائد میں بدعتی کو حوضِ کوثر سے ہٹادیا جائے گا :

عن سهل بن سعيدؓ قال قال رسول الله ﷺ انی فرطكم على الحوض من مرعلىَّ شرب ومن شرب لم يظمأ أبدا ليردن علىَّ اقوام اعرفهم ويعرفوننی ثم يحال بينی و بينهم فأقول انهم منی فيقال انک لا تدری ما أحدثوا بعد ک فأقول سحقا سحقا لمن غيَّر بعدی. (بخاری ومسلم)

حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: میں حوض کوثر پر تمہارا میرِ سامان ہوں (اور تم سے آگے جا کے تمہاری پیاس کا انتظام کرنے والا ہوں) جو میرے پاس پہنچے گا وہ آبِ کوثر سے پئے گا اور جو اس کو پی لے گا پھر کبھی وہ پیاس میں مبتلا نہ ہوگا اور وہاں کچھ لوگ جن کو میں بھی (مثلاً وضو وغیرہ کی علامتوں سے) پہچانوں گا اور وہ بھی مجھے پہچانیں گے میری طرف آئیں گے لیکن میرے اور اُن کے درمیان رُکاوٹ ڈال دی جائے گی (اور انہیں میرے پاس آنے سے روک دیا جائے گا) اس پر میں کہوں گا کہ یہ آدمی تو میرے ہیں پس مجھے جواب دیا جائے گا کہ تمہیں معلوم نہیں ہے کہ انہوں نے تمہارے بعد کیا نئی نئی باتیں نکالیں (اور کیا کیا رخنے ڈالے) تو میں کہوں گا کہ بربادی اور دُوری ہو اُن کے لیے جنہوں نے میرے بعد دین (کے اصول وعقائد) میں (اپنی طرف سے باتیں ایجاد کر کے) تبدیلی کی۔

پُل صراط :

عن انسؓ قال سألت النبی ﷺ ان يشفع لی يوم القيٰمة فقال انا فاعل قلت يا رسول الله فاين اطلبک قال اطلبنی اول ماتطلبنی على الصراط قلت فان لم ألقک على الصراط قال فاطلبنی عند الميزان قلت فان لم القک عند الميزان قال فاطلبنی عند الحوض فانی لا اخطئُ هذهٖ الثلث المواطن. (ترمذی)

حضرت انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں میں نے رسول اللہ ﷺ سے عرض کیا کہ قیامت کے روز آپ میری سفارش فرمائیے گا! آپ نے فرمایا کہ میں تمہارا یہ کام کروں گا۔ میں نے عرض کیا تو

(اس کے لیے قیامت کے روز) میں آپ کو کہاں تلاش کروں؟ آپ نے فرمایا تم سب سے اول مجھے پل صراط پر ڈھونڈ نا۔ میں نے کہا اگر میں آپ کو پل صراط پر نہ پاؤں (تو پھر کہاں تلاش کروں؟) آپ نے فرمایا تو پھر مجھے میزان کے پاس تلاش کرنا! میں نے عرض کیا اور اگر میں میزان کے پاس بھی آپ کو نہ پاسکوں تو پھر کہاں تلاش کروں؟ آپ نے فرمایا تو پھر مجھے حوض کے پاس دیکھنا! کیونکہ میں اس وقت ان تین مقامات سے دُور کہیں نہ جاؤں گا۔

عن المغيرة بن شعبةؓ قال قال رسول الله ﷺ شعار المؤمنين يوم القيٰمة على الصراط رب سلم سلم. (ترمذی)

حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ قیامت کے دن پل صراط پر اہلِ ایمان کا شعار (یعنی اُن کا امتیازی وظیفہ) یہ دعائیہ کلمہ ہوگا۔ **رب سلم سلم** (اے میرے پروردگار! ہمیں سلامت رکھ اور سلامتی کے ساتھ پار لگا)۔

عن حذيفةؓ وابى هريرةؓ قالا قال رسول الله ﷺ ...... وترسل الامانة والرحم فيقومان جنبتى الصراط يميناوشمالا فيمرأولكم كا لبرق قال قلت بأبى انت وامى اى شى ءٍ كمر البرق قال الم تروا الى البرق كيف يمرويرجع فى طرفة عين ثم كمر الريح ثم كمر الطير وشد الرجال تجرى بهم اعمالهم و نبيكم قائمٌ على الصراط يقول يارب سلم سلم حتى تعجز اعمال العباد حتى يجى ء الرجل فلا يستطيع السير الا زحفا قال وفى حافتى الصراط كلا ليب معلقةٌ مامورةٌ تأخذ من أُمرت به فمخدوشٌ ناج ومكردسٌ فى النار. (مسلم)

حضرت حذیفہ اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہما (میں سے ہر ایک) بیان کرتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا.... (پل صراط پر سے گزرنے کے وقت) امانت اور رحمی رشتہ (مثالی صورت میں) چھوڑے جائیں گے تو وہ پل صراط کے دائیں اور بائیں (یعنی ایک دائیں جانب اور دوسرا بائیں جانب) کھڑے ہو جائیں گے۔ پھر تم (ایمان والوں) میں سے کوئی تو بجلی کی طرح (پل صراط پر سے) گزرے گا۔ کہتے ہیں میں نے پوچھا میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں بجلی کے گزرنے کی طرح کیا چیز ہے۔ آپ نے فرمایا کیا تم نے بجلی کی طرف نہیں دیکھا کہ وہ پلک جھپکنے میں کیسے گزرتی ہے اور پلٹتی ہے۔ پھر ہوا کے گزرنے کی طرح، پھر پرندے کے گزرنے کی طرح اور پیادہ

کے چلنے کی طرح ،ان کے اعمال (جیسے ہوں گے ویسے ہی تیزی کے ساتھ) ان کو چلائیں گے۔اور تمہارے نبی پل صراط پر کھڑے ہوئے یہ کہہ رہے ہوں گے اے رب (گزرنے والوں کو) سلامت رکھ سلامت رکھ ۔یہاں تک کہ بندوں کے اعمال (بہت کم ہونے کی وجہ سے) چلانے سے عاجز ہو جائیں گے اور یہ لوگ سرین کے بل ہی گھسٹ کر چلیں گے اور پل صراط کے دونوں طرف (بڑے بڑے) کنڈے ہوں گے جو لٹکے ہوئے ہوں گے اور مامور ہوں گے جس کے بارے میں اُن کو حکم ہوگا اُس کو اُچک لیں گے (اور جہنم میں ڈال دیں گے) تو ان میں کچھ زخمی ہوں گے جو جہنم میں گرنے سے نجات پائیں گے اور جو ہاتھ پاؤں باندھ کر ڈال دیئے گئے وہ جہنم کی آگ میں جائیں گے۔

قال أبو سعيد الخدریؓ بلغنی ان الجسر أدق من الشعر واحد من السيف. (بخاری)

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ نے فرمایا مجھ تک یہ بات پہنچی ہے کہ پل صراط بال سے زیادہ باریک اور تلوار سے زیادہ تیز ہے (البتہ جن لوگوں کے لیے جنت میں جانا طے کر دیا جائے گا اُن کے لیے وہ چوڑا ہو جائے گا)۔

پُل صراط کے بعد ایک اور پُل :

عن ابی سعید الخدریؓ قال قال رسول اللہ ﷺ يخلص المؤمنون من النار فيحبسون علٰی قنطرة بين الجنة والنار فيقتص لبعضهم من بعض مظالم كانت بينهم فی الدنيا حتی اذا هذبوا ونقوا أذن لهم فی دخول الجنة. (بخاری)

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کہتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا (سوائے اُن مسلمانوں کے جو عارضی طور پر جہنم میں جائیں گے باقی) مومنین (پُل صراط عبور کر کے جہنم کی) آگ سے خلاصی پا لیں گے تو اُن کو جنت وجہنم کے درمیان ایک پل پر روک لیا جائے گا۔اور دنیا میں جو کسی نے دوسرے پر کوئی ظلم کیا ہوگا اس کا بدلہ دِلوایا جائے گا یہاں تک کے جب وہ (ہر قسم کے ظلم وزیادتی سے) پاک وصاف ہو جائیں گے تب اُن کو جنت میں داخلہ کی اجازت دی جائے گی۔ (جاری ہے)

☆

قسط : ۲

اکمالِ دین

﴿ حضرت مولانا منیر احمد صاحب ﴾

اجتہاد میں افراط وتفریط اور راہِ اعتدال :

جیسے عقائد ومسائل، عبادات ومعاملات اور اخلاقیات میں افراط وتفریط مذموم، اعتدال محمود....... افراط وتفریط باطل اعتدال حق....... افراط وتفریط مردود اور اعتدال مقبول اسی طرح مسئلہ اجتہاد میں بھی افراط وتفریط باطل اور مذموم و مردود ہے جبکہ راہ اعتدال حق اور محمود ومقبول ہے مگر بدقسمتی سے فرنگیوں کے منحوس اقتدار کے دوران فرنگی سازش اور مسٹر وملا کے دونوں طبقہ سے کچھ مفاد پرست بے ضمیر، ایمان فروش افراد کی منافقت کے نتیجہ میں مسلمانوں میں نفس پرست مادر پدر آزاد، مغرب زدہ، آزاد منش ماڈرن محققین اور مفکرین کی ایک ایسی کھیپ تیار ہوگئی جو علومِ اسلامیہ عالیہ وآلیہ کی ابتدائیات ومبادیات سے بالکل جاہل ونابلد ہے، جن کو اسلامی علوم کے ساتھ ابجد شناسی کی حد تک بھی مناسبت نہیں لیکن ان میں علمی نخوت، غرور وتکبر اور خودرائی اتنی ہے کہ ان کی نظر میں شاگردانِ رسول ﷺ اور ان کے بعد کے ائمہ وفقہاء مجتہدین کے فہم وتحقیق کی کوئی حیثیت اور کوئی اہمیت ووقعت نہیں ہے ان کے نزدیک خیر القرون کے شارحینِ اسلام (یعنی صحابہ وتابعین اور تبع تابعین) کی تعبیر وتشریح کے ساتھ دینِ اسلام کو ماننا اور مان کر اس پر چلتے رہنا اور کتاب وسنت کے سمجھنے میں ان کے علم وفہم پر اعتماد کرنا تقلیدی جمود، تقلیدی شرک، ذہنی غلامی اور مقلدانہ جہالت ہے جو حرام بھی ہے اور اسلام کی ترقی میں رکاوٹ بھی۔ یہ وحشت ناک، حیرت انگیز، سخت فتویٰ داغ کر صحابہ کرامؓ اور ائمہ مجتہدین کی اسلامی تحقیق سے سرکشی وبغاوت اختیار کر کے ہر ایک کو اجتہاد وتحقیق کا حق تفویض کر دیا۔ اے بردرانِ اہلِ سنت! ذرا غور تو کرو بھلا کتاب وسنت اور دینِ اسلام سے زیادہ بھی کوئی دنیا میں مظلوم ہے؟ یہ کتنا بڑا ظلم ہے کہ کتاب وسنت اور دینِ اسلام کی تحقیق میں کامل مجتہدین فقہاء، دین وشریعت کے ماہر ترین علماء اور ماہرینِ کتاب وسنت کے علم وفہم اور تحقیق وتشریح کا اعتبار تو نہ کیا جائے لیکن ان کے مقابلہ میں جاہل سے جاہل آدمی کو بھی قرآن وحدیث اور شریعت اسلام میں خود اجتہاد وتحقیق کرنے کا اختیار دے دیا جائے، کیا یہ کتاب وسنت پر دوہرا ظلم نہیں؟ اور کیا اس میں کتاب وسنت کی توہین نہیں؟ اگر ڈاکٹری اور وکالت کے پیشہ میں ہر ایک کو ڈاکٹری اور وکالت کرنے اور اس پر ریسرچ وتحقیق کرنے کا اختیار دینا ڈاکٹروں اور اُن کے فنِ ڈاکٹری کی توہین ہے، وکیلوں اور اُن کے پیشہ وکالت کی تذلیل ہے جس کو یہ لوگ کسی صورت برداشت کرنے کے لیے تیار نہیں تو کتاب

وسنت اور دینِ اسلام پر اجتہاد وتحقیق کرنے کا نا اہلوں اور جاہلوں کو حق دینا کیوں توہین نہیں ؟ یقیناً اس میں کتاب وسنت اور دین اسلام کی بہت بڑی توہین ہے ۔ ظاہر ہے کہ اگر کتاب وسنت کے حصہ قانون کو سمجھنا اتنا آسان ہے کہ ہر اُردو خواں اور اُردو تراجم پڑھ کر قانون اسلام کے عقدے حل کر سکتا ہے اور اسلامی قانون کے نکات سمجھ سکتا ہے حتی کہ اس کو اجتہاد کا حق بھی مل جاتا ہے تو پھر سکھانے اور سمجھانے کے لیے پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام کو بھیجنے کی کیا ضرورت تھی ؟ قرآن دیدیا جاتا اسلامی احکام اُتار دیئے جاتے ہر ایک خود سمجھ لیتا لیکن اللہ تعالیٰ نے ایسا نہیں کیا بلکہ کتاب اللہ اور احکام الٰہیہ کے ساتھ رسول اللہ کو بھی مبعوث فرمایا تاکہ وہ کتاب اللہ سمجھائیں اور احکام الٰہیہ کی وضاحت فرمائیں ۔ پس جیسے ڈاکٹروں کے مسئلہ میں ڈاکٹر کی رائے کا اعتبار ہوتا ہے اس کے مقابلہ میں کسی بڑے سے بڑے قانون دان یا بڑے سے بڑے انجینئر یا کسی بڑے سے بڑے سائنسدان اور ماہر اقتصادیات کی رائے معتبر نہیں ہوتی کہ ہر فن میں اس فن کے ماہرین کی رائے حتمی اور حرفِ آخر ہوتی ہے ۔ کتاب وسنت میں بھی ایسے ہی ہونا چاہیے کہ مجتہدین اسلام کی رائے معتبر ہو ہر ایک کی نہیں لیکن اس کے برعکس کتاب وسنت اور قانونِ اسلام کی تعبیر وتشریح میں مسلمہ مجتہدینِ اسلام کی اجتہادی رائے قابل اعتبار اور قابلِ اعتماد نہیں ۔ اس پر اعتماد کرنا تقلیدی شرک اور ذہنی غلامی مگر ان کے مقابلہ میں آزاد منش ، خواہش پسند اور نفس پرست جاہل لوگوں کی اپنی رائے معتبر ہے اور ہر اُردو خواں کو کتاب وسنت میں اجتہاد وتحقیق کا حق حاصل ہے ۔ عجیب بات ہے کہ ماہرینِ شریعت اگرچہ صحابہ کرامؓ یا تابعین وتبع تابعین ہوں اور ان کے علم وفہم پر اعتماد اور ان کی تقلید تو شرک وبدعت ہے مگر اپنے ناقص علم وفہم کی تقلید عین توحید وسنت ہے ، یہ ہے مسئلہ اجتہاد میں افراط وتفریط ۔

قارئین کرام ! اگر آپ لوگ دورِ برطانیہ اور اس کے مابعد زمانہ کی تاریخ پر غور کریں گے تو آپ کو بخوبی اندازہ ہو گا کہ اس اجتہادی افراط وتفریط میں مبتلا لوگوں کی قیادت وسیادت کا سہرا جن کے حصہ میں آیا ہے اس گم گشتہ راہِ حق قافلہ کی سربراہی کا شرف جن کو نصیب ہوا ۔ اس بے منزل ، بے راہ روطبقہ کے پیشرو ہونے کا جن کو اعزاز ملا اور جو اجتہاد وتحقیق کے عنوان سے ضلالت وگمراہی ، الحاد وزندقہ ، مذہبی وفکری آوارگی پیدا کرنے اور مذہب کے نام پر لامذہبیت پھیلانے میں استاذ الکل ثابت ہوئے وہ انگریز ساختہ انڈین اہلِ حدیث (یعنی غیر مقلدین) ہیں اور ان سب کے ہیرو شیخ الکل فی الکل میاں نذیر حسین صاحب ہیں ۔ میاں صاحب نے ''معیار الحق'' کے نام سے مکروفریب اور جھوٹ کا پلندہ ایک کتاب تحریر کر کے مسلمہ ائمہ مجتہدین کے علم وفہم پر اعتماد وتقلید کو حرام ، شرک وبدعت کہہ کر اُن سے سرکشی وبغاوت اور اُن سے نفرت وعداوت کا ذہن پیدا کیا .... یہ باغیانہ گستاخانہ ذہن پیدا کر کے ان آزاد منش خودرائی کے مریض جہلاء کو اجتہاد وتحقیق کے منصب پر فائز کر دیا ۔ اب وہ بزعم خود اتنے بڑے محقق اور مجتہد ہیں کہ ان کے علم وفہم کے مقابلہ میں امام ابوحنیفہؒ ، امام مالکؒ ، امام شافعیؒ ، امام احمد بن حنبلؒ تو کجا صحابہ کرامؓ کے علم وفہم کی بھی کوئی اہمیت نہیں بلکہ ان نااہل اور جاہل مجتہدین کے

نزدیک خود صاحبِ شریعت نبی پاک ﷺ کے اجتہاد کی بھی کوئی حیثیت نہیں ۔ اس سلسلہ میں ہم بطورِ ثبوت کے غیر مقلدین حضرات کے اکابرین کی معتبر کتب سے چند شہادتیں پیش کرتے ہیں .... غیر مقلد عالم مولانا محمد جونا گڑھی غیر مقلدین کے بڑے قابلِ اعتماد محقق اور بہت اونچے درجے کے عالم اور مناظر شمار ہوتے ہیں ۔ چنانچہ ''تراجم علماء حدیث'' مؤلفہ غیر مقلد عالم ملک ابویحیٰ امام خان نوشہروی، مطبوعہ مکتبہ اہلِ حدیث ٹرسٹ کورٹ روڈ کراچی کے ص ۱۸۶ سے ۱۸۹ تک مولانا جوناگڑھی کا تعارف کرایا گیا ہے اس میں لکھا ہے'' آپ (یعنی مولانا محمد جونا گڑھی) نے بقدرِ ۶۰ کے کتابیں لکھیں اور ہر کتاب مضاف بہ نام پاک محمد فرمائی یعنی صلوۃ محمدی، صیام محمدی وغیرہ اس نام کی برکت سے محمدیات کا یہ سلسلہ ابلاغ توحید و تبلیغ سنت میں خوب کامیاب ہوا''۔ بقول امام خان نوشہروی ان کتابوں میں بڑے موثر طریقہ سے توحید وسنت کو پیش کیا گیا ہے ان کے ذریعے توحید وسنت کا بہت پرچار ہوا۔ پھر ص ۱۸۹ پر ان محمدیات کی فہرست پیش کی گئی ہے اخیر میں لکھا ''اس لٹریچر سے عساکر موحدین کے ہاتھ میں وہ زبردست حربے آگئے کہ جن کی ضرب سے قصرِ تقلید میں شگاف در شگاف ہونے لگے'' اس سے پتہ چلتا ہے کہ طبقہ غیر مقلدین میں مولانا جوناگڑھی ایک مایہ ناز عالم ہیں اور ان کی کتابیں بڑی معتبر اور مایہ ناز سرمایہ ہیں ۔ ان کتابوں میں شمع محمدی اور طریق محمدی کا بھی اندراج ہے۔ جناب ابویحیٰ امام خان نوشہروی کی ایک اور کتاب ہے ''ہندوستان میں اہلِ حدیث کی علمی خدمات'' اس کے ص ۶۹ پر فقہی خدمات کے سلسلہ کتب میں شمع محمدی کا اور ص ۲۷ پر کتب عقائد کے ذیل میں طریق محمدی کا اندراج ہے۔ معلوم ہوا کہ یہ دونوں کتابیں غیر مقلدین کے ہاں بڑی معتبر کتابیں ہیں اس لیے ان کو اہلِ حدیث کی علمی خدمات اور فخریہ پیش کش کے طور پر پیش کیا گیا ہے اور ان کو توحید وسنت کی تبلیغ وابلاغ کا بہت مؤثر ذریعہ بتایا گیا ہے۔ پھر حال ہی میں لاہور سے بڑے اہتمام کے ساتھ ان کتابوں کو شائع کیا گیا ہے اور ملنے کے پتے کے تحت صرف اُردو بازار لاہور کے نو کتب خانوں کے پتے لکھے گئے ہیں یہ سب غیر مقلدین کے کتب خانے ہیں ویسے پاکستان میں غیر مقلدین کے ہر کتب خانہ سے دستیاب ہیں حوالہ جات نقل کرنے سے قبل ہم نے یہ وضاحت اس لیے ضروری سمجھی کہ کہیں غیر مقلدین اپنے اکابرین کی اس روسیاہی اور گمراہی سے جان چھڑانے کے لیے یہ نہ کہہ دیں کہ ہم ان کو نہیں مانتے ہم ان پر لعنت بھیجتے ہیں ان کو آگ لگا دو۔ جناب اگر واقعی غیر مقلدین ان کتب کو نہیں مانتے ان کتابوں کو اور ان کے مؤلفین کو لعنتی سمجھتے ہیں اور یہ کتابیں ان کے نزدیک آگ میں جھونکنے کے لائق ہیں تو پھر اتنی تعریفیں کیوں؟ ان کی اتنے وسیع پیمانے پر اشاعت اور خرید وفروخت کیوں؟ ان کو علمی خدمات کے طور پر کیوں پیش کیا گیا ہے؟ اصل بات یہ ہے کہ جو کچھ ان کی کتابوں میں لکھا گیا ہے ان کے عقائد ونظریات وہی ہیں لیکن بدنامی کے خوف سے اور لاجواب ہونے کی وجہ سے رافضیوں کی طرح تقیے کا لبادہ اوڑھ کر ان کتب اور ان کے مؤلفین یعنی اپنے اکابرین پر لعنتیں بھیج کر ان کے گلے میں لعنت کا طوق ڈال کر اپنی جان چھڑاتے ہیں ۔ ان ضروری تمہیدی کلمات کے

بعدان غیر مقلدین حضرات کے ابلاغ توحید اور تبلیغ سنت کی ادنیٰ سی جھلک ذرا دل پہ ہاتھ رکھ کر سماعت فرمائیے اور وہ بھی صرف مسئلہ اجتہاد میں مولانا جونا گڑھی لکھتے ہیں :

سنئے جناب! بزرگوں کی، مجتہدوں اور اماموں کی رائے قیاس واجتہاد واستنباط اور ان کے اقوال تو کہاں؟ شریعت اسلام میں تو خود پیغمبر ﷺ بھی اپنی طرف سے بغیر وحی کے کچھ فرمائیں تو وہ بھی حجت نہیں۔(طریق محمدی ص ۵۷)

مولانا جونا گڑھی ایک اور جگہ تحریر فرماتے ہیں :

تعجب ہے کہ جس دین میں نبی کی رائے حجت نہ ہو اس دین والے آج ایک اُمتی کی رائے کو دلیل سمجھنے لگے۔(طریق محمدی ص ۵۹)

آپ پورا قرآن کریم اور ذخیرۂ حدیث پڑھ لیجیے اللہ تعالیٰ نے اُمت مسلمہ کو جملہ امورِ دینیہ شرعیہ میں علی الاطلاق پیغمبر پاک ﷺ کی اطاعت واتباع کرنے کا سینکڑوں آیات اور ہزاروں احادیث میں حکم دیا ہے کسی بھی آیت یا حدیث میں اُمت مسلمہ کو نبی پاک ﷺ کے فرمودہ دینی حکم کے بارے ماننے اور عمل کرنے سے پہلے اسے تحقیق کرنے کا حکم یا حق نہیں دیا کہ پیغمبر اسلام کا یہ حکم وحی سے ہے یا وحی کے بغیر ہے اگر وحی سے ہو تو قبول کرلیں اور اگر وحی کے بغیر اپنی اجتہادی رائے سے ہو تو اس کو رد کر دیں بلکہ اللہ تعالیٰ نے بغیر چوں وچرا اور بغیر تحقیق کیے نبوت کے حکم کو پوری خوشدلی کے ساتھ قبول کرنے پر زور دیا ہے، اور جو شخص اطاعت پیغمبر میں پس وپیش سے کام لے، اطاعتِ پیغمبر کو اپنی کسی تحقیق کا محتاج سمجھے اور امر رسول کی اتباع کو اپنے عملِ تحقیق پر موقوف رکھے اور بلا تحقیق عمل کرنے کی صورت میں اپنے دل میں اطاعت کا نور اور نورِ ایمان، ایمانی حلاوت اور قلبی سکون وراحت پانے کی بجائے تذبذب و تردد کی ظلمت اور شک وریب کی نحوست وکدورت پیدا ہو جائے تو قرآن اس ظلمانی کیفیت کو ایمان کے منافی قرار دیتا ہے، چنانچہ سورۃ نساء پ ۵ آیت نمبر ۶۵ میں اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں :

''سو قسم ہے تیرے رب کی وہ مؤمن نہیں ہو سکتے جب تک آپ کو آپس کے تمام جھگڑوں میں منصف نہ مان لیں پھر آپ جو فیصلہ فرمادیں وہ اس کو پورے طور پر تسلیم کریں اور اس فیصلہ کے متعلق اپنے دل میں ذرا برابر تنگی نہ محسوس کریں۔''

پیشِ نظر آیت کے پس منظر میں جو واقعہ پیش آیا تھا وہ ایک یہودی اور منافق کے درمیان جھگڑا تھا یہ دونوں نبی پاک ﷺ کے پاس اپنا جھگڑا لے گئے آپ ﷺ نے یہودی کے حق میں فیصلہ کر دیا اس میں آپ نے یہ نہیں فرمایا تھا کہ یہ فیصلہ میں وحی سے کر رہا ہوں تاہم جب اس منافق نے تسلیم کرنے سے انکار کر دیا تو اس پر یہ آیت نازل ہوئی معلوم

ہوا کہ مخلص مؤمن نبی پاک ﷺ کا فیصلہ بلا تردد اور بلا تحقیق تسلیم کرتا ہے اور جو آدمی فیصلہ نبوت کے تسلیم کرنے کو اپنی تحقیق پر موقوف کرتا ہے اور اس پر عمل کرنے کو اپنی تحقیق کا محتاج سمجھتا ہے وہ مؤمن مخلص نہیں بلکہ منافق ہے۔ یہ بھی قابلِ غور نکتہ ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے اطاعت رسول کو اطاعت خدا قرار دیا ہے تو پھر کیا اطاعتِ رسول کو غیر مقلدین کے اس تحقیقی فلسفہ کے ساتھ مشروط کیا جاسکتا ہے؟ اگر اطاعت رسول کو اس تحقیقی فلسفہ کے ساتھ مربوط و مشروط کردیا جائے تو اس کا مطلب یہ ہوگا کہ اس نظریہ کے علمبردار خود خدا تعالیٰ کی اطاعت کو بھی اپنے اس تحقیقی فلسفہ کا محتاج سمجھتے ہیں اور اطاعتِ خدا کو اپنی تحقیق کے تابع کرنا اسلام نہیں ابلیسیت ہے جو مومنانہ طریقہ نہیں بلکہ کافرانہ روش ہے۔ دوسری جگہ واضح طور پر اللہ تعالیٰ کا ارشاد موجود ہے :

"جب اللہ و رسول کسی کام کو طے کردیں تو اس طے شدہ کام کے متعلق کسی مؤمن مرد و زن کو اختیار نہیں"۔ (سورۃ احزاب آیت نمبر ۳۶)

اس آیت سے واضح ہوگیا کہ اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ ﷺ کی جانب سے کسی طے شدہ کام کے بارے میں کسی مؤمن و مؤمنہ کو خواہ وہ صحابی ہو یا غیر صحابی، مجتہد ہو یا غیر مجتہد، عالم فاضل ہو یا جاہل فیصلہ نبوت سے اعراض وانحراف کرنے کا اختیار نہیں خواہ یہ اعراض وانحراف انکار کی صورت میں ہو یا اپنی من چاہی شرائط کی آڑ میں ہو جیسے فیصلہ نبوت پر عمل کرنے اور اس کے حجت ہونے کے لیے یہ شرط لگانا کہ اگر وہ فیصلہ وحی سے ہوا ہے تو حجت اور واجب العمل ہے بصورت دیگر نہ وہ حجت ہے اور نہ قابلِ عمل ہے۔ پس غیر مقلدین حضرات کا یہ نظریہ اطاعت پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بارے میں کتاب وسنت سے متصادم اور سراسر ایمان کے منافی ہے۔ ہاں البتہ دنیاوی امور کے معاملہ میں خود نبی پاک ﷺ نے انتم اعلم بامور دنیا کم (تم اپنے امور دنیا کو خوب جانتے ہو) فرما کر اُمت کو دنیوی امور کے بارے بااختیار کردیا ہے اور ان کو اپنی رائے کا پابند نہیں کیا۔ اس لیے اطاعت رسول سے متعلقہ آیات واحادیث میں دنیوی امور میں اطاعت کرنا شامل نہیں۔ یہ بات بھی ملحوظ خاطر رہے کہ نبی پاک ﷺ جب احکامات شرعیہ کے بارہ میں ابتداً اپنی رائے واجتہاد سے کچھ ارشاد فرماتے تو بعض دفعہ اللہ تعالیٰ اپنی نطق وحی کے ذریعے اس کو تبدیل کردیتے چنانچہ وہ رائے کالعدم ہوجاتی اور اس کی شرعی حیثیت اللہ تعالیٰ کے ختم کردینے کی وجہ سے ختم ہوجاتی اور وہ واجب العمل نہ رہتی۔ جیسا کہ اُساریٰ بدر یعنی بدر کے قیدیوں کے معاملہ میں آپ کی اجتہادی رائے پر اللہ تعالیٰ کی جانب سے اس کے خلاف آیات نازل ہوئیں اپنے اوپر شہد یا اپنی لونڈی ماریہ قبطیہ کو حرام کرنے کے خلاف بھی آیات کا نزول ہوا اپنی رائے سے منافق کی نماز جنازہ پڑھانے کا ارادہ کیا لیکن اللہ تعالیٰ نے منع فرمادیا اور اگر اللہ تعالیٰ کی جانب سے پیغمبر کی اجتہادی رائے کو برقرار رکھا جاتا تو وہ رائے اللہ تعالیٰ کی طرف سے خاموش تائید کی وجہ سے

انتہاءً وحی بن جاتی جیسا کہ دوسرے کے کام پر پیغمبر کا سکوت حدیث بن جاتا ہے۔ جب اُمتی کے کسی کام پر پیغمبر کا سکوت وحی بن جاتا ہے تو پیغمبر کی اجتہادی رائے پر اللہ تعالیٰ کا سکوت کیوں وحی نہ بنے گا؟ وہ بھی یقیناً وحی بن جاتا ہے، پس جب اللہ تعالیٰ نے نبی کی رائے کو برقرار رکھا تو وہ ابتدا کے اعتبار سے رائے واجتہادِ نبوت ہے مگر انتہا کے اعتبار سے وحی الٰہی ہے۔ اس لیے سرورِ کائنات ﷺ کی مقبول عنداللہ رائے **وما ینطق عن الھوی ان ھو الا وحی یوحی** (وہ خواہش سے نہیں بولتے، ان کا بولنا تو صرف وحی سے ہوتا ہے) کے خلاف نہیں کیونکہ وہ اپنے مبدأ کے اعتبار سے اجتہادی رائے ہے مگر منتہا کے لحاظ سے وحی ہے، لیکن پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام کی رائے کو برقرار رکھ کر اس کو وحی کا درجہ دینا یا اس رائے پر نکیر کر کے اس کو تبدیل کر کے اس کی شرعی حیثیت کو ختم کرنا اور اس کو نا قابلِ اطاعت قرار دینا خدا تعالیٰ کا کام ہے۔ یہ خدا تعالیٰ کا منصب ہے اُمتیوں کا یہ منصب نہیں کہ وہ پیغمبر کی رائے کی تحقیق کریں کہ وہ وحی ہے یا نہیں؟ اگر وحی ہو تو اطاعت کریں وحی نہ ہو تو اطاعت نہ کریں۔ اگر پیغمبر وحی کے حوالہ سے بات کرے تو حجت اور اگر وحی کے حوالہ کے بغیر بات کرے تو وہ حجت نہیں، ممکن ہے پیغمبر پاک ﷺ بغیر وحی کے اپنی اجتہادی رائے سے ایک بات ارشاد فرمائیں اور پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام کی اجتہادی رائے کے منکرین اس کے رائے ہونے کی وجہ سے انکار کر دیں لیکن اللہ تعالیٰ نے اس رائے کو شرفِ قبولیت بخشا اور خلعت رضا سے نواز کر اس کو برقرار رکھا تو وہ رائے وحی بن گئی اور قلب نبوت سے ظاہر ہونے والی نورانی رائے کو اللہ تعالیٰ نے وحی کے قالب میں ڈھال کر وحی کی صورت دیدی تو اس صورت میں نبی پاک ﷺ کی رائے کو حجت نہ ماننے والے منکرین وحی بن جائیں گے اور وحی الٰہی کے باغی ٹھہریں گے، اس لیے اہلِ ایمان کو بلاتحقیق پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بات ماننے کا حکم ہے لیکن اس کے برعکس غیر مقلدین کا نظریہ یہ ہے کہ ہم پیغمبر کی بات کو اپنی تحقیق کی کسوٹی پر پرکھیں گے اگر ہماری پرکھ میں وہ وحی ثابت ہوئی تو مان لیں گے اور اگر اجتہادی رائے ہوئی تو بے شک ہم کلمہ انہی کا پڑھتے ہیں لیکن اس کی اجتہادی رائے نہ تسلیم کریں گے نہ اس کو حجت مانیں گے۔

(جاری ہے)

توجہ فرمائیں...... فہم دین کورس

آپ کا تعلق کسی بھی شعبہ سے ہو دین کے صحیح علم و فہم سے آپ بے نیاز نہیں ہو سکتے۔ اسی ضرورت کے پیش نظر **جامعہ مدنیہ لاہور کے ڈاکٹر مفتی عبدالواحد صاحب** نے اردو زبان میں جامع دینی نصاب تیار کیا ہے جو اسلام کے عقائد، اصول اور جدید سے جدید مسائل اور تفسیر و حدیث پر مشتمل ہے۔ فرقہ واریت سے پاک اس نصاب کو سنجیدہ اور علمی انداز میں ترتیب دیا گیا ہے۔ اسلام سے تعلق رکھنے والوں اور دین کے دردمندوں کے لئے یہ نصاب الحمد للہ بہت ہی مفید ہے جو بہت ہی مختصر وقت میں پڑھا جا سکتا ہے۔ یہ معیاری نصاب فہم دین کورس کے نام سے دو درجوں پر مشتمل ہے۔

درجہ عام (O` Level)

یہ تین مندرجہ ذیل کتابوں پر مشتمل ہے جو بازار میں دستیاب ہیں

-1 اسلامی عقائد

-2 اصول دین

-3 مسائل بہشتی زیور

(جدید ترتیب اور جدید مسائل کے ساتھ 2 جلدوں میں مکمل)

صرف ایک گھنٹہ روز پڑھائی ہو تو درجہ عام کی کتابوں کی تعلیم چھ سات ماہ میں مکمل کی جا سکتی ہے۔ اس درجہ تک کا علم حاصل کرنا ہر مسلمان کے لئے ضروری ہے۔

درجہ اعلٰی (A` Level)

یہ مندرجہ ذیل دو کتابوں پر مشتمل ہے۔

-1 تفسیر فہم قرآن

آیات کے درمیان ربط، لفظی ترجمہ، رواں مختصر تفسیر اور ضروری فوائد پر مشتمل یہ تفسیر بہت ہی آسان زبان میں پیش کی گئی ہے۔ اس کا اصل ماخذ حضرت مولانا اشرف علی تھانوی رحمہ اللہ کی مشہور تفسیر بیان القرآن ہے۔ اس کی پہلی جلد جو سوا پانچ پاروں پر مشتمل ہے چھپ کر بازار میں دستیاب ہے۔ باقی حصے زیر ترتیب و طبع ہیں۔

-2 فہم حدیث:

تمام مضامین پر مشتمل احادیث کا مجموعہ جو اگرچہ آسان زبان میں پیش کیا گیا ہے۔ لیکن اس میں آپ بہت سے حقائق کی وضاحت اور بہت سے اشکالات کا جواب بھی پائیں گے۔

اس کا پہلا حصہ زیر طبع ہے۔ انشاء اللہ جلد ہی دستیاب ہوگا۔

بہتر ہوگا کہ ان کتابوں کو کسی اچھے عالم دین سے پڑھا جائے۔ کلاس کی صورت ہو تو زیادہ مفید ہوگا۔ طالب علموں کے پاس اپنی کتابیں ہوں تاکہ صحیح تعلیم کی صورت ہو اور پڑھے ہوئے سبق کو بآسانی دوبارہ دیکھا جا سکے۔

پڑھنے پڑھانے والے حضرات اردو زبان میں اس کورس کے ہونے کو نعمت سمجھیں۔

مردانہ و زنانہ دینی و دنیوی تعلیمی ادارے بھی اس کورس کو ضرور دیکھیں اور اس کی افادیت سے اپنے آپ کو محروم نہ رکھیں۔

نوٹ: مصنف کی کسی بھی کتاب سے اس کا کسی قسم کا مالی مفاد وابستہ نہیں ہے۔

ادارہ تعلیمات دینیہ جامعہ مدنیہ جدید۔ محمد آباد۔ رائے ونڈ روڈ۔ لاہور

آپ کے دینی مسائل

☆

﴿ نماز کے واجبات ﴾

(۱) تکبیر تحریمہ کا خاص اللہ اکبر کے لفظ سے ہونا۔

(۲) فرض نمازوں میں فرض قراءت کے لیے پہلی دو رکعتوں کو معین کرنا۔

(۳) فرض کی تیسری اور چوتھی رکعت کے علاوہ ہر نماز کی ہر رکعت میں سورہ فاتحہ پڑھنا۔

(۴) اس طرح سورہ فاتحہ کے بعد کوئی بہت چھوٹی سورت جیسے سورہ کوثر یا اس کے قائم مقام تین چھوٹی آیتیں یا ایک بڑی آیت پڑھنا۔

(۵) سورہ فاتحہ کو سورت سے پہلے پڑھنا۔

مسئلہ : اگر کوئی شخص مغرب یا عشاء کی پہلی دوسری رکعت میں سورہ فاتحہ کے بعد دوسری سورت ملانا بھول جائے تو تیسری یا چوتھی رکعت میں سورہ فاتحہ کے بعد دوسری سورت پڑھنی چاہیے اور ان رکعتوں میں بھی بلند آواز سے قرأت کرنا واجب ہے اور اخیر میں سجدہ سہو کرے جب کہ ایسا بھول سے ہوگیا ہو۔ اگر قصداً ایسا کیا ہو تو نماز کو لوٹانا واجب ہے۔

(۶) قومہ کرنا یعنی رکوع سے اُٹھ کر سیدھا کھڑا ہونا۔

(۷) جلسہ یعنی دو سجدوں کے درمیان میں سیدھا بیٹھ جانا۔

(۸) تعدیلِ ارکان یعنی رکوع، سجدہ، قومہ اور جلسہ کو اطمینان سے اچھی طرح ادا کرنا۔ تعدیلِ ارکان اعضاء کے ایسے سکون کو کہتے ہیں کہ ان کے سب جوڑ کم از کم ایک بار سبحان اللہ کی مقدار ٹھہر جائیں۔ اس لیے اگر رکوع کے بعد اچھی طرح کھڑا نہیں ہوا ذرا سا سر اُٹھا کر سجدہ میں چلا گیا تو پھر سے نماز پڑھے۔

(۹) دو رکعتوں پر بیٹھنا یعنی قعدہ اُولیٰ کرنا۔

(۱۰) دونوں قعدوں میں التحیات پڑھنا۔

(۱۱) لفظ سلام کے ساتھ نماز سے نکلنا اور دو بار السلام کا لفظ واجب ہے اور علیکم کا لفظ واجب نہیں۔

تنبیہ : پہلے سلام کے لفظ السلام کہنے پر امامت ختم ہو جاتی ہے۔ اس لیے نماز سے فارغ ہو کر امام نے جیسے ہی پہلا لفظ

السلام کہا تو اس کی امامت ختم ہوگئی۔ چنانچہ السلام کی میم کہہ لینے کے بعد اگر کسی شخص نے اس کی اقتداء کی تو اقتداء درست نہ ہوگی اس سے پہلے اقتداء درست ہے۔

مسئلہ : اگر السلام علیکم ورحمۃ اللہ کے وقت سلام نہیں پھیرا بلکہ سلام کا وقت آیا تو کسی سے بول پڑا باتیں کرنے لگا یا اُٹھ کر کہیں چلا گیا اور کوئی ایسا کام کیا جس سے نماز ٹوٹ جاتی ہے تو اس کا بھی یہی حکم ہے کہ فرض تو اُتر جائے گا لیکن نماز کا دہرانا واجب ہے۔ پھر سے نہ پڑھے گا تو بہت بڑا گناہ ہوگا۔

(۱۲) نمازِ وتر میں دُعائے قنوت کے لیے تکبیر یعنی اللہ اکبر کہنا۔

(۱۳) نمازِ وتر میں قنوت میں کوئی دُعا پڑھنا۔

(۱۴) عیدین کی نماز میں چھ زائد تکبیریں کہنا۔

(۱۵) فرض یا واجب میں تاخیر نہ ہونا اور تاخیر یہ ہے کہ دو فرض یا دو واجب یا فرض و واجب کے درمیان تین بار سبحان اللہ کہنے کی مقدار وقفہ ہو جائے۔

(۱۶) نماز میں آیت سجدہ پڑھی تو سجدہ تلاوت کرنا۔

(۱۷) نماز میں سہو ہوا تو سجدہ سہو کرنا۔

(۱۸) قرأت کے سوا تمام فرائض اور واجبات میں امام کی اتباع کرنا۔

(۱۹) امام کو فجر کی دونوں رکعتوں میں اور مغرب کی اور عشاء کی پہلی دو رکعتوں میں اور جمعہ اور عیدین اور تراویح کی نماز میں اور رمضان کے وتر میں بلند آواز سے قرأت کرنا واجب ہے۔

مسئلہ : منفرد کو فجر کی دونوں رکعتوں میں اور مغرب و عشاء کی پہلی دو رکعتوں میں اختیار ہے چاہے بلند آواز سے قرأت کرے یا آہستہ آواز سے، آواز بلند ہونے کی فقہاء نے یہ حد لکھی ہے کہ کوئی دوسرا شخص سن سکے اور آہستہ آواز کی یہ حد لکھی ہے کہ خود سن سکے دوسرا نہ سن سکے۔ آہستہ میں اگر زبان سے حروف ادا کیے لیکن اتنے آہستہ کہ خود نہیں سن سکا تو قرأت صحیح نہ ہوئی۔

مسئلہ : امام اور منفرد کو نماز ظہر اور عصر کی کل رکعتوں میں اور مغرب و عشاء کی اخیر رکعتوں میں آہستہ آواز سے قرأت کرنا واجب ہے۔

مسئلہ : جو نفل نمازیں دن کو پڑھی جائیں ان میں آہستہ آواز سے قرأت کرنا چاہیے اور جو نفلیں رات کو پڑھی جائیں اُن میں اختیار ہے۔ (باقی صفحہ ۵۱)

حاصلِ مطالعہ

﴿حضرت مولانا نعیم الدین صاحب، فاضل و مدرس جامعہ مدنیہ﴾

طاعتِ حق کے ثمرات :

فارسی کے ایک شاعر کا شعر ہے۔

تو ہم گردن از حکمِ داوَرْ مپیچ کہ گردن نہ پیچد زحکمِ تو ہیچ

یعنی اے بندے تو اللہ کے حکم سے گردن نہ موڑ نتیجۃً کوئی چیز بھی تیرے حکم سے گردن نہیں موڑے گی۔ مطلب یہ ہے کہ اگر بندہ صحیح معنیٰ میں اللہ کا تابع ہوجاتا ہے تو ہر چیز اللہ کے بندے کے تابع ہوجاتی ہے، جو وہ اُسے کہتا ہے وہ کرتی ہے اس سرتابی نہیں کرتی، اس شعر کے ہم معنیٰ ایک اور شعر ہے۔

ہر کہ ترسد از حق و تقویٰ گزید ترسد از وے جن وانس وہر کہ دید

یعنی جو شخص اللہ سے ڈرتا اور تقویٰ اختیار کرتا ہے اس سے جن وانس اور جو کوئی دیکھتا ہے ڈرتا ہے، ان اشعار میں حقیقت کی ترجمانی کی گئی ہے حقیقت یہی ہے کہ جب بندہ اللہ کے حکموں کے تابع ہوجاتا ہے اور اللہ کے حضور میں تقویٰ اختیار کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ دنیا کی تمام چیزوں کو اس کے تابع کردیتے ہیں چنانچہ وہ تمام چیزیں اس کے سامنے مسخر اور اس سے ڈرنے لگتی ہیں، تاریخِ عالم میں ہمارے اسلاف واکابر کے ڈھیروں واقعات ملتے ہیں جن سے اس حقیقت کا اظہار ہوتا ہے ذیل میں چند واقعات درج کیے جاتے ہیں جو عبرت انگیز ہونے کے ساتھ ساتھ سبق آموز بھی ہیں۔

حضرت عمرؓ کا دریاءِ نیل کے نام خط :

حضرت امام سیوطی رحمہ اللہ (م ۹۱۱ھ) ابوالشیخ کی کتاب العظمت کے حوالہ سے تحریر فرماتے ہیں :

''جب (حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کے ہاتھوں) مصر فتح ہوا (اور آپ اس کے گورنر بنے) تو عجمی مہینوں میں سے ایک مہینے (جون) کی پہلی تاریخ کو مصر کے قدیم باشندوں کا ایک وفد حضرت عمروؓ بن العاص کی خدمت میں آیا اور عرض کیا کہ: جنابِ امیر، ہمارے دریاءِ نیل کو ایک

ایسی عادت پڑی ہوئی ہے کہ اگر اُسے پورا نہ کیا جائے تو وہ چلتا نہیں، حضرت عمروؓ نے دریافت فرمایا کہ وہ کیا؟ کہنے لگے جب اس مہینے (جون) کی گیارہ تاریخ ہوتی ہے تو ہم ایک نوجوان لڑکی کو اُس کے والدین کو راضی کر کے لے لیتے ہیں اور اُسے اعلیٰ درجے کے کپڑے اور زیورات پہنا کر دریاء نیل میں ڈال دیتے ہیں (اس طرح وہ خوب بہنے لگتا ہے) حضرت عمروؓ نے فرمایا: اسلام میں ایسا ہرگز نہیں ہوسکتا، کیونکہ اسلام سابقہ تمام جاہلانہ رسموں کو ختم کر دیتا ہے، وفد یہ سن کر چلا گیا اور ہوا یونہی کہ دریاءِ نیل کی روانی رک گئی (اور وہ خشک ہوگیا) یہاں تک کہ لوگ وہاں سے دوسرے مقامات کی طرف منتقل ہونے کا ارادہ کرنے لگے، حضرت عمروؓ بن عاص نے جب یہ صورتِ حال دیکھی تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو اس بارہ میں خط لکھا، حضرت عمرؓ نے جواب تحریر فرمایا کہ تم نے ٹھیک کیا۔ اسلام یقیناً سابقہ تمام جاہلانہ رسموں کو ختم کر دیتا ہے، میں تمہارے پاس اپنے خط کے ساتھ ایک علیحدہ پرچہ بھیج رہا ہوں اُسے دریاءِ نیل میں ڈال دینا، جب حضرت عمرؓ کا خط حضرت عمروؓ بن عاص کو ملا اور انہوں نے اس میں رکھے ہوئے پرچہ کو کھول کر دیکھا تو اس میں لکھا تھا۔

"مِنْ عَبْدِاللّٰہِ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ اَمِیْرِالْمُؤْمِنِیْنَ اِلٰی نِیْلِ مِصْرَ اَمَّا بَعْدُ فَاِنْ کُنْتَ تَجْرِیْ مِنْ قِبَلِکَ فَلَا تَجْرِوَاِنْ کَانَ اللّٰہُ یُجْرِیْکَ فَاَسْأَلُ اللّٰہَ الْوَاحِدَالْقَھَّارَ اَنْ یُّجْرِیَکَ ". اللہ کے بندے امیر المؤمنین عمر بن خطاب کی جانب سے مصر کے دریاءِ نیل کے نام، حمد وصلوٰۃ کے بعد (اے دریاءِ نیل) اگر تو تو اپنی مرضی سے چلتا ہے تو چلنا بند کردے اور اگر اللہ تجھے چلاتا ہے تو ہم اللہ واحد وقہار سے درخواست کرتے ہیں کہ وہ تجھے چلادے، حضرت عمروؓ بن عاص نے یہ پرچہ نصاریٰ کی عیدِ صلیب سے ایک دن پہلے دریاءِ نیل میں ڈال دیا، لوگوں نے جب جا کر دیکھا تو پتہ چلا کہ اللہ تعالیٰ نے دریاءِ نیل کو چلا دیا ہے اور ایک ہی رات میں اس کی سطح سولہ ذراع بلند ہوگئی ہے، اس طرح اللہ تعالیٰ نے اہلِ مصر کے اس پرانے رواج کو ختم فرمادیا۔[1]

دارُ بَنْ کی فتح اور سمندر کا خشک ہوجانا :

حضرت مولانا حبیب الرحمٰن عثمانی رحمہ اللہ تحریر فرماتے ہیں :

"اہلِ بحرین کے مرتد ہونے اور حضرت علاء بن الحضرمیؓ کا ان کے مقابلے کے لیے مامور

---

[1] تاریخ الخلفاء عربی ص ۱۲۷ طبع مصر

ہونے اور مسلمانوں کی غیبی تائید کا عجیب واقعہ پہلے مذکور ہو چکا ہے۔ مرتدین کو اس جگہ کامل شکست ہوئی، اکثر تو ان میں کے مقتول ہوئے اور جو بچے کھچے تو دوسری جانب کو بھاگ گئے اور بہت سے خلیج دار بن میں پناہ گزیں ہوئے۔

دار بن ایک بستی ہے جو سمندر کے کنارے سے جہاز پر سفر کرنے والوں کے واسطے ایک رات دن کی مسافت پر واقع ہے۔ وہاں پہلے بھی دُشمنانِ اسلام کا اجتماع تھا اور اب شکست خوردہ مرتدین کی جماعت پہنچ گئی تو ایک خوف ناک قوت کا اضافہ ہو گیا حضرت علاء؄ صورتِ حال کو دیکھ کر متردد و متفکر تھے، اگر دار بن پر حملہ کرتے ہیں تو اندیشہ ہے کہ دشمن عقب سے آکر اہلِ بحرین پر حملہ کر دیں اور اگر دار بن کو اسی حال پر چھوڑتے ہیں تو یہ قوت دن بدن ترقی پا کر زیادہ خوف ناک ہو جائے گی اس لیے آپ؄ نے اول تو : ''ان قبائل کو جو فتنۂ ارتداد میں شریک نہ ہوئے تھے لکھا کہ مرتدین اور منہزمین کے راستوں کو روک دیں، ان میں سے کوئی بحرین کی طرف آنے نہ پائے، ان لوگوں نے اس کا کامل بندوبست کر کے جواب لکھا اور حضرت علاء؄ کو اس طرف سے اطمینان ہو گیا تو دار بن کا قصد فرمایا۔

دار بن پر حملہ کرنے کے واسطے جہازوں اور کشتیوں کی ضرورت تھی اور مسلمانوں کے پاس اس قسم کا سامان بالکل نہ تھا مگر حضرت علاء؄ ایسے شخص نہ تھے جن کو سمندر کی ہیبت ناک صورت ڈرا دیتی آپ نے لشکرِ اسلام کو جمع کر کے خطبہ پڑھا اور فرمایا کہ دُشمنوں کی جماعتیں اور مفرورین کے گروہ اس خلیج دار بن میں جمع ہو گئے ہیں، تم لوگ خشک میدان میں خدا تعالیٰ کی تائید اور امداد کو بھی آنکھوں سے دیکھ چکے ہو تمہیں اسی قسم کی امداد اور تائید اور توقع دریا میں بھی رکھنی چاہیے۔ تم سب دریا میں داخل ہو جاؤ اور دُشمن پر حملہ کر دو، مسلمانوں نے جواب دیا کہ ''دہنا'' [۲] میں تائید غیبی کا کرشمہ ہم دیکھ چکے ہیں اس کے بعد ہم کسی چیز سے نہ ڈریں گے اس گفتگو کے بعد حضرت علاء؄ مع لشکر کے سمندر کے کنارے پر پہنچ گئے اور آپ مع لشکر کے یہ دُعائیہ کلمات پڑھتے ہوئے سمندر میں داخل ہو گئے۔ **یَا اَرْحَمَ الرَّاحِمِیْنَ ،یا حکیمُ ،یا کریمُ ،یا اَحَدُ، یا صَمَدُ، یا حَیُّ، یا مُحیِ الْمَوْتیٰ، یا حَیُ یا قیومُ، لا الٰہ الّا انت ،یا ربّنا،** کوئی اُونٹ پر سوار تھا اور کوئی گھوڑے پر کوئی خچر پر، کوئی گدھے پر اور بہت سے پیادہ پا، سمندر کا پانی خشک ہو کر اسی قدر رہ گیا کہ اونٹ اور

---

[۲] یہ وہی مقام ہے جہاں لشکرِ اسلام کے لیے غیب سے پانی نکل آیا تھا۔

گھوڑے کے صرف پیر بھیگتے تھے۔ اسلامی لشکر راحت وآرام سے ہولناک دریا کو طے کر رہا تھا گویا بھیگے ہوئے ریتے پر چل رہا ہے (جس پر چلنا نہایت ہی سہل ہوتا ہے) دار بن میں کسی کو وہم وگمان بھی نہ تھا کہ مسلمان بغیر جہازوں اور کشتیوں کے اس طرح دریا کو پا پیادہ طے کر کے آ پہنچیں گے، وہ غافل تھے۔ مسلمان وہاں پہنچ گئے اور دار بن مسخر ہو گیا۔

اللہ تعالیٰ نے اپنے خاص بندوں کی دُعا کو قبول فرمایا اور دریا میں ان کے لیے سہل اور نہایت آرام دہ راستہ بنا دیا، ابھی بے آب وگیاہ میدانوں میں غیبی تائید کا کرشمہ دیکھ لیا تھا، اس سے بڑھ کر سمندر کو پایاب کر کے دکھلا دیا کہ دین اسلام کے ساتھ تائید الٰہی شامل ہے، اس کی اشاعت نہ ظاہری تدابیر پر موقوف ہے، نہ کسی کے جبر واکراہ کو اس میں دخل ہے، یہ وہ باتیں ہیں جن کو کیسا ہی سنگ دل اور حق سے منحرف شخص بھی جب دیکھے گا، ناممکن ہے کہ اسلام کی حقانیت اس کے قلب میں راسخ نہ ہو جائے اور گو وہ اپنے قدیم مذہب پر کتنا ہی ہٹ اور ضد کے ساتھ قائم رہنا چاہے لیکن دین اسلام کی کشش کبھی اس کو اپنے اصرار اور ہٹ دھرمی پر قائم رہنے نہیں دے سکتی، یہی وجہ ہے کہ موضع ''ہجر'' کا ایک عیسائی راہب جو اسلامی لشکر کے ساتھ تھا، جس نے برّ و بحر دونوں جگہ تائید آسمانی کی جلوہ گری دیکھی تھی۔ اسلام قبول کر لینے پر مجبور ہوا۔ کسی نے اس سے پوچھا کہ تیرے مسلمان ہونے کی کیا وجہ تھی؟ اس نے جواب دیا **ثَلَاثَةُ اَشْیَاءَ خَشِیْتُ اَنْ یَّمْسَخَنِیَ اللّٰہُ بَعْدَھَا اِنْ اَنَا لَمْ اَفْعَل : فَیْضٌ فِی الرِّمَالِ ،وَتَمْھِیْدٌ فِی الْبَحْرِ وَدُعَاءٌ سَمِعْتُہٗ فِی عَسْکَرِھِمْ فِی الْھَوَاءِ سَحْرًا**۔ (تین چیزیں ایسی دیکھیں کہ ان کے بعد بھی مسلمان نہ ہوتا تو مجھ کو مسخ ہونے کا اندیشہ تھا: اوّل تو بے آب وگیاہ میدان میں پانی کا ظاہر ہو جانا، دوسرے سمندر میں راستہ ہو جانا ،تیسرے ایک دُعاء جو میں نے مسلمانوں کے لشکر میں صبح کے وقت آسمان کی طرف سے سنی۔

لوگوں نے کہا وہ دُعاء کیا تھی؟ کہا وہ دُعاء یہ ہے: **اَللّٰھم! اَنْتَ الرَّحمنُ الرحیمُ ،لا الٰہ غَیْرُکَ ، وَالْبَدِیْعُ لَیْسَ قَبْلَکَ شَیءٌ ، وَالد ائمُ غَیْرُالْغَافِلِ ، وَالْحَیُّ الَّذِیْ لَا یَمُوْتُ ، وَخَالِقُ مَایُرٰی وَمَا لَا یُرٰی ، وَکُلُّ یَوْمٍ اَنْتَ فِی شَانٍ ، وَعَلِمْتَ اَللّٰھُمّ کُلَّ شَیْءٍ بِغَیْرِ تَعَلُّمٍ** '' میں ان حالات کو دیکھ کر سمجھ گیا کہ مسلمانوں کی اعانت وتائید میں ملائکہ کی شرکت اسی وجہ سے ہوئی کہ وہ حق پر ہیں''۔ [۳]

---

[۳] اشاعتِ اسلام ص ۱۵۸

مدائن کی فتح اور مجاہدین کا دِجلہ کو عبور کرنا :

قارئین محترم آپ نے داربن کی فتح کے موقع پر صحابہ کرامؓ کے لیے سمندر کے خشک ہوجانے اور صحابۂ کرام کو راستہ دیدینے کا محیر العقول واقعہ پڑھا، اب ذرا حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کا وہ حیرت انگیز واقعہ بھی ملاحظہ فرمالیجیے جس میں آپ کو مدائن کی فتح کے لیے بھرے ہوئے دجلہ میں گھوڑے ڈالنے پڑے اور دریا نے آپ کو اور آپ کے تمام ساتھیوں کو راستہ دیدیا۔ یہ واقعہ بھی ہم حضرت مولانا حبیب الرحمٰن عثمانیؒ کی زبانی ذکر کرتے ہیں، ملاحظہ فرمائیے علامہ عثمانیؒ رقمطراز ہیں :

حضرت سعد بن ابی وقاصؓ عراق کو فتح کر کے قادسیہ کے عظیم الشان معرکہ سے کامیابی کے ساتھ فارغ ہوچکے تو دارالسلطنت فارس یعنی مدائن کا قصد فرمایا، مدائن درحقیقت تو چند بستیوں کا نام تھا جو بادشاہانِ فارس نے یکے بعد دیگرے اپنے اپنے نام سے آباد کی تھیں، مگر اُس وقت مدائن اُن میں سے خاص بستی کا نام ہوگیا جس کی فتح پر بوجہ اس کے دارالسلطنت ہونے کے فارس کے انجام کا مدار تھا، اس میں وہ ''قصرِ ابیض'' بھی تھا جس کے مفتوح ہونے کی بشارت رسول اللہ ﷺ فرما چکے تھے باقی بستیوں کے نام جدا جدا تھے، ان ہی میں سے ایک کا نام ''بہرسیر'' بھی تھا۔

دجلہ کی جانبِ مشرق میں مدائن واقع تھا، جس کو ''مدائنِ قُصْوٰی'' بھی کہتے تھے اور جانبِ غرب ''بہرسیر'' تھا جس کو ''مدائنِ دُنیا'' کہتے تھے، دُنیا کے معنی قریب تر کے ہیں۔ چونکہ مسلمان دِجلہ کی جانبِ غرب سے آرہے تھے اس لیے اوّل ان کے راستے میں بہرسیر پڑتا تھا اور اسی وجہ سے اس کو مدائنِ دُنیا کا لقب دیا گیا، اور مدائن دوسرے کنارے پر تھا اس لیے اس کو مدائنِ قصوٰی (یعنی بعید) کے نام سے نامزد کیا گیا۔

حضرت سعد رضی اللہ عنہ دِجلہ کی جانب کو فتح کرتے ہوئے بہرسیر تک پہنچ گئے اور دِجلہ کی جانبِ غرب میں سرزمینِ عرب تک جس قدر ملک، فارس کا تھا سب مسلمانوں کی اطاعت میں داخل ہوگیا، صرف بہرسیر رہ گیا جس کا محاصرہ دو ماہ تک کرنا پڑا۔

محصورین نے محاصرے کی سختیوں سے تنگ آکر حضرت سعدؓ کی خدمت میں پیامِ صلح بھیجا کہ جس قدر ملک فتح ہوچکا ہے وہ مسلمانوں کے قبضے میں رہے اور جو فتح نہیں ہوا وہ ہمارے لیے چھوڑ دیا جائے، قاصد نے یہ پیغام سنایا لیکن حضرت سعدؓ جواب دینے نہ پائے تھے کہ ایک مسلمان نے

بڑھ کر کچھ جواب دیا۔ حضرت سعدؓ نے اس سے پوچھا کہ تم نے کیا جواب دیا؟ اس شخص نے کہا کہ مجھے معلوم نہیں، بے اختیاری طور پر میری زبان سے کچھ الفاظ نکلے جن کو میں بھی نہیں سمجھا مگر قاصد کی زبانی یہ جواب سن کر گورنر نے بہر سیر کو خالی کر دیا، بہر سیر میں صرف ایک شخص رہ گیا جس نے آ کر شہر کے خالی ہونے کی اطلاع دی، اُس سے پوچھا گیا کہ کس وجہ سے شہر خالی کر دیا گیا؟ کہا کہ پیامِ صلح کے جواب میں ایک مسلمان نے یہ جواب دیا کہ "ہرگز صلح نہ کریں گے جب تک "افریدون" کے شہد کو کوثی کے لیموں کے ساتھ نہ کھالیں" اس جواب کو سن کر بہر سیر کے گورنر نے کہا کہ ان لوگوں کی طرف سے تو فرشتے جواب دیتے ہیں، ان سے مقابلے کی کیا صورت ہے؟

لشکرِ اسلام جس درجہ اپنے امیر کا مطیع تھا اس کی نظیر کسی قوم میں ملنا دشوار ہے، ناممکن تھا کہ سپہ سالار سے پیش قدمی کر کے کوئی معمولی سپاہی جواب دے سکتا پھر یہ تائید آسمانی نہیں تھی تو کیا تھی کہ ایک مسلمان کی زبان سے بلا سمجھے بوجھے کچھ الفاظ نکلتے ہیں اور ان کا یہ اثر پڑتا ہے کہ ذمہ دار والی ملک شہر کو مسلمانوں کے حوالے کر کے چلا جاتا ہے۔

گورنر بہر سیر مع رعایا اور لشکر کے مدائن چلا گیا اور اب مسلمانوں کو مدائن کی فکر ہوئی، اہلِ فارس نے ساحلِ دِجلہ پر سے کشتیاں وغیرہ سب اُٹھا دیں اور عبورِ دِجلہ کی کوئی صورت باقی نہ رہی، کثرتِ باراں کی وجہ سے امسال عموماً دریاؤں میں طغیانی زیادہ تھی، حضرت سعدؓ اسی فکر میں تھے کہ دِجلہ میں طغیانی اور زیادہ آ گئی اور اس کے پھیلاؤ اور زور شور کی انتہا نہ رہی، مسلمان یہ حالت دیکھ کر حیران تھے، اسی اثناء میں حضرت سعدؓ نے خواب دیکھا کہ مسلمان دِجلہ میں داخل ہو گئے ہیں، اس خواب نے آپ کو اس جانب متوجہ کر دیا اور آپ نے لشکر کو جمع کر کے فرمایا کہ دُشمن نے دریا کی طغیانی میں پناہ لے رکھی ہے تم اس پر حملہ نہیں کر سکتے اور وہ جب چاہے حملہ کر سکتا ہے، میری رائے یہ ہے کہ اس سے قبل کہ دنیا تم پر غالب آ جائے اور اس میں ملوث ہونے سے تمہارے حالات بدل جائیں، صدق و اخلاص میں کمی آ جائے اللہ کے واسطے کچھ کام کر لو میں تو عزمِ مصمم کر چکا ہوں کہ اللہ کے بھروسے پر گھوڑوں کو دریا میں ڈال دوں اور اسی حالت میں عبور کروں آپ کا لشکر کل سواروں کا تھا پیادہ یا اُن میں کوئی نہ تھا، سب نے بہ طیبِ خاطر جواب دیا کہ اللہ تعالیٰ آپ کے عزم میں برکت عطا فرمائے ہم سب مطیع اور تیار ہیں۔

آپؓ نے فرمایا کہ کچھ سوار ہم سے آگے جا کر پَرلے کنارے پر قابض ہو جائیں، عاصم بن عمرو اور

ذوالباس چھ سو سواروں کو لے کر دِجلہ میں داخل ہوئے، کنارے کے قریب اہلِ فارس نے کچھ مزاحمت کی مگر وہ ہٹا دیے گئے اور کنارے پر مسلمانوں کا قبضہ ہوگیا، حضرت سعدؓ نے حکم دیا کہ کُل لشکر دریا میں داخل ہوجائے اور یہ کلماتِ دُعائیہ وردِ زبان رکھے "نَسْتَعِیْنُ بِا للّٰہِ وَنَتَو کَّلُ عَلَیْہِ ،حَسْبُنَا اللّٰہُ وَ نِعْمَ الْوَکِیْلُ ،وَاللّٰہِ لَیَنْصُرَنَّ اللّٰہُ وَلِیَّہٗ،وَلَیُظْھِرَنَّ دِیْنَہٗ وَلَیَھْزِمَنَّ عَدُوَّہٗ ،وَلَا قُوَّۃَ اِلاَّ بِاللّٰہِ الْعَلِیِّ الْعَظِیْمِ ترجمہ : (ہم اللہ سے مدد چاہتے ہیں اور اسی پر بھروسہ کرتے ہیں، اللہ کافی ہے اور وہ اچھا وکیل ہے، قسم ہے خدا کی اللہ اپنے دوست کو فتح دے گا اور اپنے دین کو غالب کرے گا اور دُشمن کو ہزیمت دے گا، سوائے اللہ کی مدد کے کسی میں قوت نہیں)۔ عبور کرتے وقت لشکر کی ترتیب اس طرح دی گئی تھی کہ دو دو مسلمان باہم ملے ہوئے اور باتیں کرتے ہوئے جائیں۔ حضرت سعدؓ کے رفیق حضرت سلمان فارسیؓ تھے، حضرت سعدؓ بار بار فرماتے جاتے تھے "وَاللّٰہِ لَیَنْصُرَنَّ اللّٰہُ وَلِیَّہٗ ،وَلَیُظْھِرَنَّ دِیْنَہٗ ،وَلَیَھْزِمَنَّ عَدُوَّہٗ ،مَالَمْ یَکُنْ فِی الْجَیْشِ بَغْیٌ اَوْ ذُنُوْبٌ تَغْلِبُ الْحَسَنَاتِ" (قسم ہے خدا کی اللہ اپنے دوست کی مدد کرے گا اپنے دین کو غالب کرے گا اور دُشمن کو مغلوب کرے گا جب تک کہ لشکر میں ظلم و گناہوں کی کثرت نہ ہو)۔

حضرت سلمانؓ نے فرمایا کہ اسلامی لشکر جس طرح داخل ہوا ہے اسی طرح صحیح وسالم پار ہوگا۔ ایسا ہی ہوا کہ ساٹھ ہزار اسلامی شہ سوار دجلہ پر پھیلے ہوئے اس طرح بے تکلف باتیں کرتے جاتے تھے گویا باغ کی رَوِشوں پر تفریح کے لیے چہل قدمی کر رہے ہیں نہ کوئی شخص دریا میں ڈوبا نہ کسی کی کوئی چیز ضائع ہوئی، البتہ ایک شخص "غرقدہ" نامی گھوڑے سے پانی میں گرے مگر ان کے رفیق "قعقاع" نے فوراً نکال لیا، ایک سوار کا پیالہ دریا میں گر گیا۔ (چوں کہ بجز ان کے کسی کی چیز ضائع نہ ہوئی تھی، ان پر ایک قسم کے طعن کا موقع تھا) ان کے رفیق نے بطورِ طعن اور مذاق کے کہا : اَصَابَہُ الْقَدْرُ فَطَاحَ (تقدیر نے اس کو اُڑا دیا) اس شخص نے کہا : وَاللّٰہِ اِنِّی لَعَلٰی جَدِ یْلَۃٍ مَاکَانَ اللّٰہُ لِیَسْلُبَنِیْ قَدْ حِیْ مِنْ بَیْنِ اَھْلِ الْعَسْکَرِ (قسم ہے خدا کی میں ایسے حال میں ہوں کہ لشکر بھر میں صرف میرا پیالہ کبھی سلب نہ کیا جائے گا)۔

اللہ اکبر! اس شخص کا صدق واخلاص کس درجے پر تھا کہ پیالہ تو دریا میں گر گیا، موج اس کو بہا کر لے گئی مگر اس اللہ کے بندے کے اطمینان میں فرق نہیں آتا، وہ قسم کھا کر کہتا ہے کہ میرا پیالہ کبھی ضائع نہ ہوگا اور ہوا بھی ایسا ہی، لشکر دریا پار ہو چکا تو موج نے اس پیالے کو کنارے پر پہنچا

دیا، ایک شخص نے اُٹھالیا اور مالک نے پہچان کر لے لیا، دِجلہ کو ایسی طغیانی کی حالت میں ساٹھ ہزار سواروں کا اطمینان وسکون کے ساتھ باہم گفتگو کرتے ہوئے طے کر لینا اور کسی کی جان ومال کا نقصان نہ ہونا کچھ کم عجیب بات نہ تھی۔ بے شک اسلام کی کھلی کرامت اور اس کے دینِ آسمانی ہونے کی پوری شہادت تھی مگر اس سے بھی زیادہ حیرت میں ڈالنے والی بات یہ تھی : دریا کے زور شور میں تیرتے ہوئے جو گھوڑا تھک جاتا اس کے آرام کرنے کے لیے اسی جگہ پانی میں ٹیلہ ظاہر ہو جاتا تھا جس پر کھڑے ہو کر گھوڑا اُستا لیتا اور تھکن اُتار لیتا تھا، قریب قریب تمام گھوڑوں کو ایسا اتفاق ہوا، اسی وجہ سے اس دن کا نام تواریخ عرب میں ''یوم الماء'' اور ''یوم الجراثیم'' رکھا گیا۔

اگرچہ گھوڑے دریا میں تیر سکتے ہیں مگر اتنے گہرے دریا کو جس میں معمولی حالت میں جہاز چلتے ہوں بے انتہا جوش وطغیانی کی حالت میں اور جب کہ اس کا عرض میلوں کا ہو رہا ہو طے کر لینا گھوڑوں کی طاقت سے بالکل خارج اور عادت کے بالکل خلاف تھا، جن لوگوں نے ہندوستان میں گنگا جمنا اور دریائے سندھ وغیرہ دریاؤں کو برسات کی طغیانی میں دیکھا ہے وہ جانتے ہیں کہ ایسے وقت ان کو گھوڑوں یا ہاتھیوں کے ذریعے سے عبور کرنا ممکن نہیں ہے، یہی وجہ تھی کہ اہلِ مدائن نے اس خارج از عقل وقیاس حالت کو دیکھا تو شہر خالی کر کے چل دیے مگر ممکن ہے کہ کوئی ہٹ دھرم اب بھی کج بحثی کر کے اس روشن کرامت اور واضح دلیل کو مٹانا چاہے۔

لیکن اس امر کو کہ جہاں ضرورت ہوئی دریا میں ٹیلہ ظاہر ہو گیا اور گھوڑے زمین پر کھڑے آرام کرنے لگے، کسی سببِ ظاہری سے متعلق نہیں کر سکتا اور اس کو بجز اقرارِ کرامتِ اسلام وتائیدِ آسمانی کوئی چارہ نہیں ہے۔

اس عجیب وغریب تائید آسمانی کو ''نافع بن الاسود'' ان اشعار میں بیان کرتے ہیں :

و املنا علی المدائن خیلا	بحر ھا من برھن اریضاً
فانتثلنا خزائن المرءِ کِسریٰ	یوم ولوا وحاص منا جریضاً

''ہم نے مدائن پر گھوڑوں کو جھکا دیا کہ مدائن کا دریا ان کے واسطے میدان کی طرح خوش نما تفریح کی جگہ تھی پھر ہم نے کسریٰ کے خزانوں کو نکال لیا جبکہ ان لوگوں نے پشت پھیری اور کسریٰ مغموم ہو کر ہم سے بھاگا'' [۴]

[۴] اشاعتِ اسلام ص ۱۷۲ تا ۱۷۸

ابومسلم خولانی کا دہکتی آگ سے سلامت نکل آنا :

حضرت مولانا محمد تقی عثمانی دامت برکاتہم اپنے سفرنامے میں تحریر فرماتے ہیں :

ان کا (یعنی ابومسلم خولانی کا) نام عبداللہ بن ثوبؓ ہے اور یہ اُمتِ محمدیہ (علی صاحبہا السلام) کے وہ جلیل القدر بزرگ ہیں جن کے لیے اللہ تعالیٰ نے آگ کو اسی طرح بے اثر فرمادیا جیسے حضرت ابراہیم علیہ السلام کے لیے آتشِ نمرود کو گلزار بنادیا تھا، یہ یمن میں پیدا ہوئے تھے اور سرکارِ دو عالم ﷺ کے عہدِ مبارک ہی میں اسلام لاچکے تھے لیکن سرکار ﷺ کی خدمت میں حاضری کا موقع نہیں ملا تھا، آنحضرت ﷺ کی حیاتِ طیبہ کے آخری دور میں یمن میں نبوت کا جھوٹا دعویدار اسود عنسی پیدا ہوا جو لوگوں کو اپنی جھوٹی نبوت پر ایمان لانے کے لیے مجبور کیا کرتا تھا۔

اسی دوران اس نے حضرت ابو مُسلم خولانی کو پیغام بھیج کر اپنے پاس بلایا اور اپنی نبوت پر ایمان لانے کی دعوت دی حضرت ابو مُسلم نے انکار کیا، پھر اس نے پوچھا کہ کیا تم محمد ﷺ کی رسالت پر ایمان رکھتے ہو؟ حضرت ابو مسلمؒ نے فرمایا ''ہاں''۔

اس پر اسود عنسی نے ایک خوفناک آگ دہکائی اور حضرت ابو مسلمؒ کو اُس آگ میں ڈال دیا لیکن اللہ تعالیٰ نے اُن کے لیے آگ کو بے اثر فرمادیا اور وہ اس سے صحیح سلامت نکل آئے یہ واقعہ اتنا عجیب تھا کہ اسودِ عنسی اور اس کے رفقاء پر ہیبت سی طاری ہوگئی اور اسود کے ساتھیوں نے اسے مشورہ دیا کہ ان کو جلاوطن کردو ورنہ خطرہ ہے کہ ان کی وجہ سے تمہارے پیروؤں کے ایمان میں تزلزل نہ آجائے چنانچہ انہیں یمن سے جلاوطن کردیا گیا، یمن سے نکل کر ایک ہی جائے پناہ تھی یعنی مدینہ منورہ چنانچہ یہ سرکارِ دو عالم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہونے کے لیے چلے لیکن جب مدینہ منورہ پہنچے تو معلوم ہوا کہ آفتابِ رسالت رُوپوش ہوچکا ہے، آنحضرت ﷺ وصال فرماچکے تھے اور حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ خلیفہ بن چکے تھے، انہوں نے اپنی اُونٹنی مسجد نبوی کے دروازے کے پاس بٹھائی اور اندر آکر ایک ستون کے پیچھے نماز پڑھنی شروع کردی۔ وہاں حضرت عمرؓ موجود تھے انہوں نے ایک اجنبی مسافر کو نماز پڑھتے دیکھا تو ان کے پاس آئے اور جب وہ نماز سے فارغ ہوگئے تو ان سے پوچھا :

''آپ کہاں سے آئے ہیں؟''

''یمن سے'' حضرت ابو مسلمؒ نے جواب دیا۔

حضرت عمرؓ نے فوراً پوچھا : ''اللہ کے دشمن (اسودِ عنسی) نے ہمارے ایک دوست کو آگ میں ڈال دیا تھا اور آگ نے ان پر کوئی اثر نہیں کیا تھا بعد میں اُن صاحب کے ساتھ اسود نے کیا معاملہ کیا؟''

حضرت ابو مسلمؒ نے فرمایا: ''ان کا نام عبداللہ بن ثوب ہے''۔

اتنی دیر میں حضرت عمرؓ کی فراست اپنا کام کر چکی تھی، انہوں نے فوراً فرمایا :

''میں آپ کو قسم دے کر پوچھتا ہوں کیا آپ ہی وہ صاحب ہیں!''

حضرت ابو مسلم خولانیؒ نے جواب دیا ''جی ہاں''

حضرت عمرؓ نے یہ سن کر فرطِ مسرّت و محبت سے ان کی پیشانی کو بوسہ دیا اور انہیں لے کر حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی خدمت میں پہنچے، انہیں صدیق اکبرؓ کے اور اپنے درمیان بٹھایا اور فرمایا: ''اللہ تعالیٰ کا شکر ہے کہ اُس نے مجھے موت سے پہلے اُمتِ محمدیہ (علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام) کے اس شخص کی زیارت کرادی جس کے ساتھ اللہ تعالیٰ نے ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام جیسا معاملہ فرمایا تھا''۔ [۵]

قِیرُوان کی بناء اور ہزاروں بَربَروں کا مسلمان ہونا :

حضرت مولانا حبیب الرحمٰن عثمانیؒ تحریر فرماتے ہیں :

قِیروان غربی افریقہ کے ان مشہور شہروں میں ہے جو زمانۂ دراز تک دارالسلطنت اور گورنرِ افریقہ کے قیام گاہ ہونے کی وجہ سے اسلامی عظمت و اقتدار اور شان و شوکت کی زندہ یادگار تھا، زمانۂ دراز تک غربی افریقہ میں اس سے بڑا کوئی شہر نہ تھا، قیروان کی بنیاد ۵۰ھ میں صحابہ رضی اللہ عنہم کے ہاتھوں رکھی گئی، اس لیے بھی یہ شہر مذہبی حیثیت سے مقدس سمجھا جاتا تھا، ہزاروں جلیل القدر علماء اس کی خاک سے ظاہر ہوئے اور وہیں آغوشِ لحد میں تا قیامت آرام سے گوشہ نشین ہو گئے لیکن جیسا کہ یہ شہر اپنے مقدس بانیوں اور اسلام کے اقتدار و عظمت کے مرجع نائبینِ سلطنت کے قیام گاہ ہونے کی وجہ سے نہایت مقتدر مانا جاتا تھا ایسا ہی اس کی بنیاد اور آبادی کا واقعہ بھی صفحاتِ عالم پر یادگار رہنے والا اور اسلام کی صداقت اور صحابہ رضی اللہ عنہم کے اوصاف اور ذاتی محاسن اور مقبولیتِ عام کا سکہ بٹھوانے والا تھا، یہ وہ مبارک وقت تھا کہ ایک ہی وقت ہزاروں حق منحرف اور خدائے

---

[۵] جہانِ دیدہ ص ۲۹۳

واحد کی توحید کے بجائے شرک و بت پرستی کو اختیار کرنے والے سربسجود ہو گئے اور اِنِّیۡ وَجَّهۡتُ وَجۡهِیَ لِلَّذِیۡ فَطَرَ السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضَ حَنِیۡفًا وَّمَاۤ اَنَا مِنَ الۡمُشۡرِکِیۡنَ کہہ کر سچے دل سے دینِ اسلام کے جان نثار بن گئے۔

حضرت عقبہؓ بن نافع فہری کو امیر معاویہؓ نے افریقہ کا عامل مقرر فرمایا اور حضرت عقبہؓ نے افریقہ کے اکثر حصہ کو فتح کر لیا، قومِ بربر جو اصلی باشندے اس ملک کے تھے، ان میں سے بہت سے قبائل مسلمان ہو گئے تھے اور وہ بھی حضرت عقبہ کے ساتھ ممالکِ افریقہ کی فتح میں شریک تھے۔

لیکن مسلمانوں کے لیے کوئی مستقل چھاؤنی نہ تھی جس جگہ ان کا بالاستقلال قیام ہوتا، اس کا لازمی نتیجہ یہ تھا کہ جب امیر افریقہ وہاں سے فارغ ہو کر مصر کو واپس آتے تو نومسلم بربر بھی مخالفوں کے ساتھ کھڑے ہو کر سب عہد و پیمان توڑ ڈالتے اور جو مسلمان وہاں موجود ہوتے ان کو تباہ کرنے میں کچھ کسر نہ رکھتے۔ یہ حالت دیکھ کر حضرت عقبہ نے ارادہ فرمایا کہ مناسب موقع پر مستقل چھاؤنی ڈال دی جاوے جہاں ہر وقت عساکرِ اسلامیہ موجود رہیں اور اسی طرح غربی افریقہ کو ایک مستقل صوبہ قرار دے دیا جائے۔

لیکن اس غرض کے لیے جس موقع کو پسند فرمایا وہاں اس قدر دلدل اور گنجان جنگل اور گھنے درخت تھے کہ آدمی یا بڑے جانور تو درکنار سانپوں کو بھی ان درختوں میں سے ہو کر نکلنا دشوار تھا، یہ جنگل درندوں اور ہر قسم کے موذی اور زہریلے جانوروں کا مسکن تھا، ایسی سرزمین میں آدمی کی بود و باش تو کیا گزرنا بھی خطرناک امر تھا مگر صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم کا ہر ایک ارادہ باذن اللہ ہوتا تھا ان کے فعل میں مقبولیت کے آثار نمایاں ہوتے تھے، وہ جو کچھ کرتے تھے اللہ تعالیٰ کے بھروسہ پر کرتے تھے۔

مسلمانوں نے اس جگہ کو قیام گاہ بنانے میں جو خطرے تھے ان کو ظاہر کیا تو حضرت عقبہؓ نے ان مصلحتوں کا اظہار فرمایا جو اس جگہ کو منتخب کرنے میں پیشِ نظر تھیں، اہلِ اسلام کے نزدیک بھی یہ مصلحتیں قابلِ لحاظ ثابت ہوئیں اور حضرت عقبہؓ کی رائے ان کو راجح معلوم ہوئی۔

اس لشکر میں اٹھارہ صحابی موجود تھے حضرت عقبہؓ امیرِ لشکر سب کو جمع فرما کر اس میدان میں لے گئے اور حشرات و سباع کو خطاب کر کے فرمایا: **أیتها الحشرات والسباع نحن اصحاب رسول اللّٰہ ﷺ فارحلوا، فانّا نازلون فمن وجد نا ہ بعدُ قتلناہ** (اے درندو اور موذی جانورو! ہم رسول اللہ ﷺ کے اصحاب اس جگہ آباد ہونا اور قیام کرنا چاہتے ہیں تم یہاں سے

چلے جاؤ اور قیام کرنا چھوڑ دو اس کے بعد ہم جس کو دیکھیں گے قتل کر دیں گے۔

اس آواز میں معلوم نہیں کیا تاثیر تھی کہ سب حشرات اور درندوں میں ہل چل پڑ گئی، وہ اسی وقت جلا وطن ہونے کے واسطے تیار ہو گئے، جماعتیں کی جماعتیں وہاں سے نکلنی شروع ہو گئیں، شیر اپنے جوڑے بچوں کو اُٹھائے ہوئے، بھیڑیے اپنی اولاد کو لیے ہوئے، سانپ اپنے سپولیوں کو کمر سے چمٹائے ہوئے نکلے چلے جاتے تھے، یہ ایک ہیبت ناک وتعجب انگیز منظر تھا جو نہ اس سے قبل کہیں دیکھا گیا تھا نہ کسی کے وہم گمان میں تھا۔

یہ یقینی امر ہے کہ اس حالت میں جب کہ درندے اور سانپ وغیرہ اس طرح بکثرت پھیلتے چلے جاتے ہوں کوئی شخص قریب کھڑا بھی نہیں ہو سکتا چہ جائیکہ ہزاروں آدمی تماشائی اس حالت کو دیکھنے کے واسطے کھڑے ہوں مگر سب جانتے تھے کہ اس وقت یہ کسی نہایت جابر اور قاہر حکم کے مسخر اور تابع ہوئے جاتے ہیں، دوسرے کو ان سے کیا اندیشہ ہو سکتا ہے ان کو اپنی جان بچانی بھاری پڑ رہی ہے اس لیے بے تکلف ہزاروں مخلوق تماشہ دیکھ رہی تھی، قومِ بربر جو اس ملک کے اصلی باشندے اور اس جنگل کی حالت اور خطرات سے بخوبی واقف تھے ان حالات کو اپنی آنکھ سے مشاہدہ کر رہے تھے کیا یہ بات ممکن تھی کہ حقانیتِ اسلام کی ایسی روشن دلیل کو دیکھنے کے بعد بھی وہ باطل پرستی پر قائم رہتے؟ اسی وقت ہزار ہا بربری صدقِ دل سے ایمان لے آئے اور اسلام کے حلقہ بگوش غلام بن گئے"۔ [۶]

شیر تابع ہو گیا :

اُم المؤمنین حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے ایک غلام تھے سفینہؓ، ام المؤمنین نے انھیں آزاد کر دیا تھا ان کا نام تو کچھ اور تھا سفینہ لقب تھا، یہ لقب آپ کو حضور اکرم ﷺ نے عطا فرمایا تھا، اس کی وجہ یہ بنی تھی کہ یہ ایک سفر میں حضور اکرم ﷺ کے ساتھ تھے اتفاقاً ایک صاحب تھک گئے اور اُنہوں نے اپنا سارا بوجھ اتار کر زمین پہ رکھ دیا، سفینہؓ نے اپنے بوجھ کے ساتھ ساتھ بہت سا ان صاحب کا بوجھ بھی اپنے اوپر لاد لیا حضور اکرم ﷺ نے انھیں دیکھا تو فرمایا ''اَنْتَ سَفِیْنَۃٌ''، تم تو پورے سفینہ یعنی جہاز بنے ہوئے ہو جب سے یہ اس لقب سے مشہور ہو گئے اور یہ لقب اتنا مشہور ہوا کہ لوگ ان کا نام بالکل بھول گئے [۷] حدیث شریف میں حضرت سفینہ رضی اللہ عنہ کا ایک واقعہ مذکور ہے قارئین یہ

---

[۶] اشاعتِ اسلام ص ۱۹۰ تا ۱۹۳ [۷] مرقاۃ ج ۱۱

واقعہ بھی ملاحظہ فرماتے چلیں :

حضرت ابن المنکدر رؒ سے روایت ہے کہ حضرت سفینہ رضی اللہ عنہ حضور اکرم ﷺ (کی زوجہ محترمہ اُم سلمہؓ) کے آزاد کردہ غلام تھے وہ ایک مرتبہ سرزمینِ روم میں اسلامی لشکر کا راستہ بھول گئے تھے یا وہ اس سرزمین میں گرفتار کر لیے گئے تھے اور قید سے بھاگ کر لشکر اسلام کو تلاش کر رہے تھے کہ ایک شیر سے ان کا آمنا سامنا ہو گیا، حضرت سفینہؓ نے اس شیر کو مخاطب کر کے فرمایا: اے ابوالحارث میں رسول اکرم ﷺ کا غلام ہوں اور میرے ساتھ ایسا ایسا معاملہ پیش آگیا ہے جنگل کا شیر یہ سن کر خوشامد میں لگ گیا اور اُن کے پہلو میں آکر اُن کے ساتھ ہو لیا، اُسے جب کوئی آواز سنائی دیتی تو وہ فوراً اُدھر کا رخ کر لیتا پھر واپس آکر آپ کے پہلو میں ساتھ ساتھ چلنے لگتا حتی کہ حضرت سفینہؓ اپنے لشکر میں پہنچ گئے اور شیر واپس چلا گیا"۔ ۸

☆

جامعہ مدنیہ جدید کے فوری توجہ طلب ترجیحی امور

(1) مسجد حامد کی تکمیل

(2) طلباء کے لئے دارالاقامہ (ہوسٹل) اور درسگاہیں

(3) کتب خانہ اور کتابیں

(4) پانی کی ٹنکی

ثواب جاریہ کے لیے سبقت لینے والوں کے لیے زیادہ اجر ہے

(ادارہ)

☆

---

۸ شرح السنۃ للبغوی بحوالہ مشکوٰۃ ص ۵۴۵

وفیات

محترم الحاج پیر جی عبدالحفیظ صاحب مدظلہم کے بڑے بھائی محترم پیر جی عبدالمجید صاحب رحمۃ اللہ علیہ فالج کی وجہ سے طویل علالت کے بعد چیچہ وطنی میں گزشتہ ماہ کی ۱۰ رتاریخ کو وفات پا گئے انا للہ وانا الیہ راجعون ۔ مرحوم بہت نیک سیرت سادہ طبیعت بزرگ تھے، طالبانِ علم کی شب وروز خدمت اُن کا وطیرہ تھی حاجت مندوں کی مدد میں ہر وقت پیش پیش رہتے تھے۔ اللہ تعالیٰ اُن کی دینی خدمات کو قبول فرما کر جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام عطا فرمائے ان کے پسماندگان کی کفالت فرماتے ہوئے اُن کو اور حضرت پیر جی صاحب کو اس صدمہ پر صبرِ جمیل عطاء فرمائے۔ ادارہ اُن کے غم میں برابر کا شریک ہے اور اُن کی خدمت میں تعزیتِ مسنونہ پیش کرتا ہے۔ جامعہ مدنیہ جدید اور خانقاہ حامدیہ میں مرحوم کے لیے دُعاء مغفرت اور ایصالِ ثواب کیا گیا اللہ تعالیٰ قبول فرمائے۔ آمین۔

☆

گزشتہ ماہ کے شروع میں جامعہ مدنیہ جدید کے خادم ظہور احمد کے چچا ناگہانی طور پر وفات پا گئے انا للہ وانا الیہ راجعون ۔ مرحوم پابندِ صوم وصلوۃ تھے اللہ تعالیٰ اُن کی مغفرت فرما کر اپنے جوارِ رحمت میں جگہ عطا فرمائے اور پسماندگان کو صبر جمیل کی توفیق نصیب ہو۔

جامعہ مدنیہ جدید اور خانقاہ حامدیہ میں جملہ مرحومین کے لیے دُعاء مغفرت اور ایصالِ ثواب کیا گیا اللہ تعالیٰ قبول فرمائے۔ آمین۔

☆

بقیہ : آپ کے دینی مسائل

مسئلہ : منفرد اگر فجر، مغرب، عشاء کی قضا دن میں پڑھے تو ان میں بھی اس کو آہستہ آواز سے قراءت کرنا واجب ہے اور اگر رات کو قضا پڑھے تو اس کو اختیار ہے۔ اگر ان نمازوں کی قضا دن میں جماعت کے ساتھ پڑھی جائے تو امام ان میں آواز سے قرأت کرے۔

مسئلہ : مسبوق کو اپنی گئی ہوئی سے ایک یا دو رکعت میں قرأت کرنا فرض ہے۔ اور اگر دو سے زیادہ رکعتیں گئی ہوں تو بہر حال دو رکعتوں میں قرأت کرنا فرض ہے۔

☆

تبصرے کے لیے ہر کتاب کے دو نسخے آنے ضروری ہیں۔

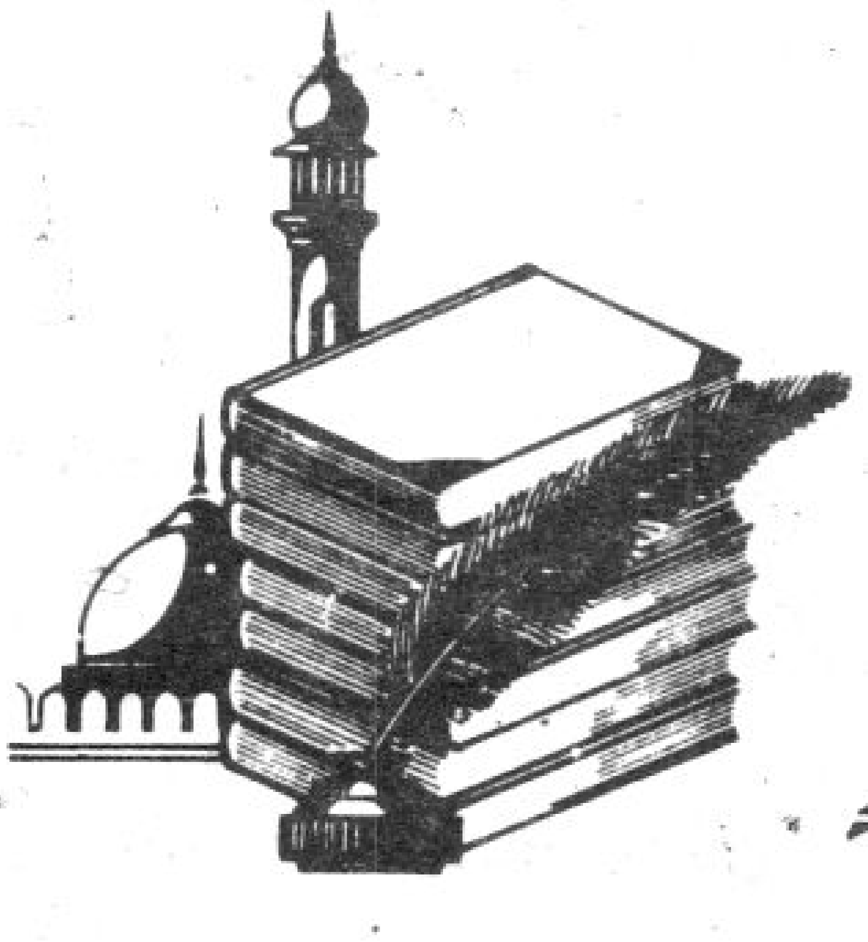

تقریظ و تنقید

مختلف تبصرہ نگاروں کے قلم سے

نام کتاب : صُوَرٌ تَنْطِقُ (عربی)

تالیف : حضرت مولانا محمد ابوبکر غازی پوری

صفحات : ۳۲۴

سائز : ۲۰×۲۶/۸

ناشر : المکتبۃ الاثریۃ، قاسمی منزل سیّد واڑہ، غازی پور، انڈیا

قیمت : ۲۰۰/-انڈین

حضرت مولانا محمد ابوبکر غازی پوری زید مجدہم کی شخصیت اہلِ علم کے طبقہ میں محتاجِ تعارف نہیں، آپ اکابر علماء کے فیض یافتہ اور دارالعلوم دیوبند کے قدیم فضلاء میں سے ہیں، آپ کے اندر دینی غیرت وحمیت، اکابر واسلاف سے عقیدت ومحبت کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی ہے۔ اُردو زبان کے علاوہ عربی زبان پر بھی خاصی قدرت رکھتے ہیں، کثیر المطالعہ اور وسیع النظر عالم ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے آپ کو دینِ متین کی نصرت وحمایت اور احقاقِ حق وابطالِ باطل کا خاص ملکہ عطا فرمایا ہے آپ ہندوستان میں بالکل اُسی نہج پر کام کر رہے ہیں جس نہج پر ہمارے استاذِ مکرم حضرت مولانا محمد امین اوکاڑوی مرحوم کرتے رہے ہیں، اسی حوالے سے مولانا غازی پوری ناچیز پر مہربان ہیں، راقم کے ۱۹۹۸ء کے سفرِ دیوبند میں باوجود پیرانہ سالی کے ۲۲ گھنٹے کا سفر کر کے راقم کی اعانت وملاقات کے لیے دیوبند تشریف لائے فجزاہ اللہ احسن الجزاء۔

حق تعالیٰ نے آپ کو تحریر وتقریر میں رُسوخ عطا فرمایا ہے بہت سی کتابیں آپ کے قلمِ حقیقت رقم سے نکل کر علماء و عوام میں مقبول ہو چکی ہیں۔ زیرِ تبصرہ کتاب "صُوَرٌ تَنْطِقُ" حال ہی میں لکھی جانے والی آپ کی نئی کتاب ہے یہ کتاب عربی میں ہے اور غیر مقلدین کے رد میں لکھی گئی ہے۔ مولانا غازی پوری اس سے پہلے بھی عربی میں دو کتابیں تحریر فرما چکے ہیں (۱) وقفه مع اللا مذهبية فى شبه القارة الهندية (۲) وقفه مع معارضى شيخ الاسلام محمد بن عبدالوهاب و دعوته و حركته والامام ...

عربی زبان میں مولانا کو یہ کتابیں لکھنے کی ضرورت کیوں پیش آئی یہ ایک درد بھری داستان ہے جس سے ہمارے اکثر علماء و عوام بے خبر ہیں، ضروری محسوس ہوتا ہے کہ اپنے علماء و عوام کو اس سے باخبر کیا جائے، چنانچہ ذیل کی سطور میں مختصر طور پر کچھ عرض کیا جاتا ہے، یاد رہے کہ اس تحریر کا مقصد کسی کی دل آزاری نہیں بلکہ صرف اپنے دکھ کا اظہار ہے تاکہ دوسرے بھی اس دکھ درد میں شریک ہو کر اس کے مداوے کی فکر کریں۔

یہ بات مُسلّم ہے کہ "حرمَینِ شریفَین" دین متین کے اصل اور بڑے مرکز ہیں یہیں سے دین کا آغاز ہوا ہے یہیں سے چل کر دین دنیا کے کونے کونے میں پہونچا ہے یہی مقامات علوم دینیہ، تفسیر، حدیث، فقہ اور تصوف کے مَبدَاُ و مَاْوٰی ہیں، اِن کی کوکھ سے ہزاروں مفسرین، محدثین، فقہاء، صوفیاء اور اولیاء نے جنم لیا ہے۔ حضور اکرم ﷺ نے ان مقامات کی تعظیم و تکریم کی بے حد تاکید کی ہے اور یہاں بیٹھ کر بے دینی و الحاد پھیلانے کی سخت مذمت فرمائی ہے، ایک حدیث شریف میں آتا ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا :

"اَبْغَضُ النَّاسِ اِلَی اللّٰہِ ثَلٰثَۃٌ ، مُلْحِدٌ فِی الْحَرَمِ وَمُبْتَغٍ فِی الْاِسْلَامِ سُنَّۃَ الْجَاھِلِیَّۃِ وَمُطَّلِبُ دَمَ امْرِءٍ مُسْلِمٍ بِغَیْرِ حَقٍّ لِیُھْرِیْقَ دَمَہٗ" ؎ | اللہ تعالیٰ کو تین قسم کے لوگوں سے سخت نفرت ہے (۱) حرم میں بیٹھ کر الحاد و کج روی پھیلانے والے (۲) اسلام میں زمانہ جاہلیت کے طریقوں کو ڈھونڈنے والے (۳) کسی مسلمان کے خونِ ناحق کے طلبگار تاکہ اُس کی خونریزی کریں۔

غور فرمائیے اس حدیث سے معلوم ہو رہا ہے کہ اللہ تعالیٰ کو تین قسم کے لوگوں سے سخت نفرت ہے جن میں سرِ فہرست وہ لوگ ہیں جو حرم میں بیٹھ کر الحاد و کج روی پھیلاتے ہیں۔

بڑی بدقسمتی اور المیہ ہے کہ اس دورِ پُرفتن میں جبکہ مسلمان مصائب و آلام میں گھرے ہوئے اور ہر چہار طرف سے طاغوت کے نرغے میں ہیں کچھ لوگ جو اپنے آپ کو "اہلِ حدیث" اور "غیر مقلد" کہلاتے ہیں جن کا دعویٰ ہے کہ قرآن و حدیث پر بلا شرکتِ غیرے وُہی عمل کرتے ہیں، جو آجکل عرب اُمراء بالخصوص سعودی شیوخ کے دامنِ فیض سے وابستہ ہیں۔ یہ لوگ بجائے اس کے کہ حرمَینِ شریفین میں بیٹھ کر دینِ متین کی کوئی خاطر خواہ خدمت کرتے اُلٹا اس کی بنیادوں کو کُھنہ کر رہے ہیں۔ ائمہ مجتہدین خاص کر امام الائمہ سراج الامۃ حضرت امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کو برملا بُرا کہہ رہے ہیں۔ صوفیاء کرام پر کیچڑ اُچھال رہے ہیں۔ اکابر اولیاء اللہ حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی، حضرت مجدد الف ثانی، حضرت شاہ عبدالحق، حضرت شاہ ولی اللہ رحمہم اللہ اور اکابر علماء دیوبند کو نام بنام قبر پرست، مشرک اور بے دین قرار دے رہے ہیں العیاذ باللہ، اپنے مزعومات اور خود ساختہ افکار و نظریات کو دین بنا کر زبردستی لوگوں پر ٹھونس رہے ہیں، عوام الناس کو فقہ و فقہاء تصوف اور صوفیاء سے نفرت دلا رہے ہیں۔ یہ باتیں اگر سنی سنائی ہوتیں تو اِن پر شک و شبہ کیا جا سکتا تھا لیکن اس کا کیا کیا

جائے کہ وہاں سے جو کتابیں اور لٹریچر چھپ کر آرہا ہے وہ اس کی گواہی دے رہا ہے، وہاں سے چھپ کر آنے والی دو کتابوں کی نشاندہی ہم اپنی سابقہ تحریروں میں بھی کر چکے ہیں ان میں سے پہلی کا نام ''جھود علماء الحنفیة فی ابطال عقائد القبوریة و الوثنیة'' ہے دوسری کا نام ''الشیخ عبدالقادر جیلانی وآرائه الاعتقادیة و الصوفیة'' ہے۔ان دونوں کتابوں کے نام بظاہر بڑے خوشنما ہیں لیکن ان کے اندر وہ زہر بھرا ہوا ہے کہ الامان والحفیظ، ان کتابوں میں اہلِ اللہ کا نام لے کر تبرّا کیا گیا ہے اور ان کے بارہ میں وہ زبان استعمال کی گئی ہے جس کی کسی بازاری سے بھی توقع نہیں کی جاسکتی۔دل تو نہیں چاہتا کہ اس کے ذکر سے اِن صفحات کو سیاہ کیا جائے لیکن قارئین کو اِن حضرات کی کوثر وتسنیم میں دھلی ہوئی زبان اور ان کا جارحانہ انداز دکھانے کے لیے مشتے نمونہ از خروارے چند عبارات ذکر کی جاتی ہیں ملاحظہ فرمایئے :

ڈاکٹر شمس الدین سلفی غیر مقلد ائمہ اربعہ کے مقلدین کے بارہ میں تحریر فرماتے ہیں :

"ان کثیرا بل اکثر من ینتمون الی المذاهب الاربعة من الحنفیة والمالکیة والشافعیة والحنابلة قبوریة "(جھود علماء الحنفیة ص ۴۱۹ ج ۱) بیشک بہت سے لوگ بلکہ اکثر لوگ جو مذاہب اربعہ یعنی حنفیہ، مالکیہ، شافعیہ اور حنابلہ کی طرف منسوب ہیں وہ قبر پرست ہیں۔

غور فرمایئے ائمہ اربعہ کے مقلدین کی اکثریت کو جن میں بڑے بڑے مفسرین، محدثین، فقہاء، صوفیاء اور اہل اللہ آتے ہیں سلفی صاحب نے اُنہیں بیک قلم قبر پرست اور بالفاظ دیگر مشرک قرار دے دیا ہے۔

سلفی صاحب اہلِ تصوف کے بارہ میں لکھتے ہیں :

"الامر الثامن فی تحقیق ان الصوفیة قبوریة " (ص ۴۱۸ ج ۱) آٹھواں امر اس بات کی تحقیق میں ہے کہ صوفیہ قبر پرست ہیں۔

مزید ارشاد ہوتا ہے :

"بل هم اشنع قبوریة هذه الامة علی الاطلاق وابشعها، فهم ملاحدة اتحادیة وزنادقة حلولیة یعبدون القبور واهلها علی طریقة الوثنیة" (ص ۴۱۹ ج ۱) بلکہ علی الاطلاق یہ اس اُمت کے سب سے بدترین قبر پرست ہیں یہ ملحد ہیں۔وحدۃ الوجود کے قائل ہیں، زندیق ہیں، تناسخ کے قائل ہیں، یہ قبروں اور قبر والوں کی بت پرستوں کے طریقہ پر پوجا کرتے ہیں۔

مشہور حافظ حدیث ابن حجر ہیتمی مکیؒ کے بارہ میں لکھتے ہیں :

"الخرافی بل الوثنی صاحب کتاب وثنی یہ شخص خرافاتی بلکہ بت پرست ہے اس کی مشرکانہ "الجوھر المنظم فی زیارۃ القبرالمعظم" کتاب کا نام "الجوھرالمنظم فی زیارۃ القبور المعظم" ہے۔ (ج۲ص۶۷۸)

چونکہ اس کتاب میں علامہ ھیتمیؒ نے یہ ثابت کیا ہے کہ آنحضرت ﷺ کی قبر مبارک کی زیارت کے لیے سفر کرنا مستحب ہے بس اتنی سی بات پر ان سلفی صاحب نے علامہ ھیتمیؒ کو اسلام سے باہر کردیا ہے۔

محدث قسطلانی شافعیؒ شارح بخاری کے بارہ میں لکھتے ہیں :

"وقع فی طامتین خرافۃ قبوریۃ وخیانۃ علمیۃ قسطلانی دو آفتوں میں پڑ گیا، قبوری بکواس میں اور علمی خیانت میں۔ (ج۲ص۷۰۰)

علامہ سیوطیؒ کے بارہ میں لکھتے ہیں :

"جامع لا فکار صوفیۃ الی خرافات یہ شخص قبر پرستی کی خرافات کے ساتھ ساتھ صوفیانہ القبوریۃ" (ج۲ص۷۱۲) خیالات کا بھی جامع تھا۔

حضرت امام غزالی رحمہ اللہ کے بارہ میں یوں گوہرافشانی کرتے ہیں :

"حجۃ الاسلام القبوریۃ والجھمیۃ والصوفیۃ غزالی قبر پرستوں جہمیوں اور صوفیوں کا بوقتِ واحد فی آن واحد" (ج۲ص۷۹۵) حجۃ الاسلام ہے۔

آپ کی کتاب احیاء العلوم کے بارہ میں لکھتے ہیں :

"کتاب صوفی قبوری خرافی" احیاء العلوم کتاب صوفیانہ ہے قبر پرستی والی ہے اور بکواس ہے۔ (ج۲ص۷۹۹)

مولانا جلال الدین رومیؒ کے بارہ میں زہر اگلتے ہیں :

"امام الصوفیۃ المولویۃ ....الحنفی الصوفی رُومی طبقہ صوفیہ مولویہ کا امام، حنفی صوفی وحدت الوجود کا الاتحادی الخرافی" (ج۲ص۸۰۰) قائل خرافات بکنے والا ہے۔

حضرت خواجہ معین الدین چشتی اجمیریؒ کے بارہ میں لکھتے ہیں :

"امام الصوفیۃ القبوریۃ الجشتیۃ" چشتی قبر پرست صوفیوں کا امام ہے۔

(ج۲ص۱۱۴۱)

آپ کی قبر مبارک کے متعلق ہرزہ سرائی کرتے ہوئے لکھتے ہیں :

"قبر ہ وثن یعبدہ اھل الھند ویحجون الیہ اس کی قبر بُت ہے جس کی ہندوستان والے پوجا کرتے ہیں اور اس کی طرف حج کے لیے جاتے ہیں۔ (ایضاً)

شیخ جمال الدین بغدادی حنبلیؒ کے بارہ میں ارشاد ہوتا ہے :

"لکنہ خرافی قبوری صوفی فھومن قبوریۃ الحنابلۃ" خرافاتی ،قبر پرست صوفی ہے۔ حنبلی قبر پرستوں میں سے ہے۔ (ج۲ ص ۱۲۱۴)

شیخ عبدالحق محدث دہلویؒ کے بارہ میں تحریر فرماتے ہیں :

"ماتریدی صلب،صوفی کبیر قبوری مشھور" سخت قسم کا ماتریدی بُرا صوفی ،مشہور قبر پرست ہے۔ (ج۲ ص ۶۰۸)

حضرت قاضی ثناء اللہ پانی پتیؒ کے بارہ میں ارشاد ہوتا ہے :

"کان صوفیا نقشبندیا" یہ نقش بندی صوفی تھا۔

سلفی صاحب آپ کی ایک عبارت نقل کر کے اس پر یوں تبصرہ کرتے ہیں :

"تدبر ایھاالمسلم الی ھذہ الوثنیۃ السافرۃ اے مسلمان تو اس کھلی ہوئی بت پرستی کو غور سے دیکھ۔ (ج۲ ص ۷۸۳)

حضرت شیخ محی الدین بن عربیؒ کے بارہ میں سلفی صاحب تمام اخلاقی حدوں کو پامال کرتے ہوئے یوں زہر اُگلتے ہیں :

"الملحد ، الزندیق ، الاتحادی والالحادی" ملحد،زندیق،وحدت الوجود کا قائل الحاد و بے دینی پھیلانے والا۔ (ج ۳ ص ۱۴۹۱)

ایک جگہ لکھتے ہیں کہ ابن عربی کو تو شیخِ اکفر (سب سے بڑا کافر) کہنا زیادہ مناسب ہے اصل الفاظ ملاحظہ فرمایئے :

"ملحدٌ حریٌ بان یسمی الشیخ الاکفر" ابن عربی ملحد اس لائق ہے کہ اس کا نام شیخِ اکفر رکھا جائے۔ (ج۲ ص ۱۰۰۵)

حضرت مجدد صاحبؒ کے بارہ میں جو الفاظ لکھے ہیں اُن کے ذکر سے بھی قلم کانپتا ہے۔

اس کتاب میں ان اکابر کے علاوہ پچاسیوں علماء کا نام لے لے کر اسی قسم کے کفر و شرک کا فتوٰی اُن پر لگایا گیا ہے۔

اکابر علماء دیوبند اور اُن کے متبعین پر بھی کفر و شرک کے تیر برسائے گئے ہیں اور نام لے لے کر اکابرِ دیوبند پر سب وشتم کیا گیا ہے۔ اکابر دیوبند سے متعلق چند عبارات ملاحظہ فرمائیں۔

سلفی صاحب حضرت نانوتویؒ کے بارہ میں لکھتے ہیں :

"کان من الصوفیة الخرافیة القبوریة وھو امام الدیوبندیة علی الاطلاق" (ج ۲ ص ۷۱۳) وہ قبر پرستوں خرافاتیوں اور صوفیہ میں سے تھا وہ دیوبندیوں کا امامِ مطلق ہے۔

حضرت گنگوہیؒ کے بارہ میں لکھا ہے :

''وہ حنفی، صوفی، نقش بندی ہے، دیوبندیوں کے بڑے اماموں میں سے ایک ہے، دیوبندیوں نے اس کے بارہ میں کشف وکرامت کے عجیب عجیب قصے گھڑے ہیں، مثلاً اُنھیں غیب کی اطلاع تھی۔ کائنات میں تصرف کرتے تھے''۔ (ج ۲ ص ۶۴۸)

حضرت مولانا خلیل احمد سہارنپوریؒ کے بارہ میں کئی جگہ بدزبانی کی ہے ایک مثال ملاحظہ ہو :

''یہ دیوبندیوں کا امام، شیخ خلیل احمد سہارنپوری ہے بذل المجہود اور المھند کتاب کا مصنف ہے۔ المھند اس کی قبوری، مشرکانہ صوفیانہ خرافاتی کتاب ہے جو تمام دیوبندیوں کے لیے باعثِ شرم ہے''۔ (ج ۲ ص ۶۳۱)

حضرت تھانوی رحمہ اللہ کے بارہ میں ارشاد ہوتا ہے :

''وہ عبدالحق کا لڑکا ہے دیوبندیوں کے بڑے اماموں میں سے ہے صوفی خرافاتی ہے، اس کے یہاں خیر کثیر بھی ہے اور اُڑنے والی چنگاری بھی، قبر پرستوں کے خلاف اس کی عبارتیں بھی ہیں جس پر اس کا شکریہ ادا کیا جائے گا لیکن اس کے برعکس وہ صوفیانہ قبر پرستانہ بلکہ مشرکانہ وحدت الوجودی اور خرافاتی خیالات رکھتا تھا''۔ (ایضاً)

حضرت علامہ انور شاہ صاحب کشمیریؒ کے بارہ میں یوں زہر اُگلا ہے :

"حنفی متعصب ھالک ما تریدی متھالک نقشبندی حالک" (۱ ص ۵۲۰) وہ متعصب ہلاک ہونے والا حنفی ہے، ماتریدی ہے گہرے قسم کا نقش بندی ہے۔

"کان عدو الدود لدعوة السلفیة وائمتها (ج ۱ ص ۵۲۰) وہ سلفی اماموں اور سلفی دعوت کا سخت دُشمن تھا۔

حضرت مولانا سیّد حسین احمد مدنیؒ کے بارہ میں اپنے بغض کا یوں اظہار کیا ہے :

"حسین احمد الملقب عند الدیوبندیة بشیخ الاسلام احد کبار ائمة الدیوبندیة واحد مشاهیر القبوریة الخرافیة واحد اعداء الالداء للدعوة السلفیة وائمتها...وکان له اهتمام بالاستغاثة برسول الله ﷺ....وکتاباه الشهاب الثاقب ونقش الحیاة دعوة للوثنیة کان شدید العداوة لائمة الدعوة قبیح الشتائم لهم والغا فیهم (ج ا ص ۵۲۱ .۵۲۲)

"حسین احمد جو دیوبندیوں کے نزدیک شیخ الاسلام کے لقب سے ملقب ہے یہ دیوبندیوں کے اماموں میں سے ایک ہے ،خرافاتی قبر پرست جماعت کا ایک مشہور شخص ہے ۔سلفی دعوت اور سلفی اماموں کے سخت دشمنوں میں سے ایک دُشمن ہے،وہ صوفیانہ باطل باتوں اور قبوری خرافات کی دعوت دینے والا تھا۔اس کو رسول ﷺ سے استغاثہ کرنے کا اہتمام تھا۔اس کی دونوں کتابیں شہابِ ثاقب اور نقشِ حیات بُت پرستی کی دعوت دینے والی ہیں ائمہ دعوت کا شدید دُشمن تھا اُن کو بری بری گالیاں دینے والا تھا۔اُن کی برائیوں میں لگا رہتا تھا۔

قارئین محترم! یہ صرف ایک کتاب کے چند اقتباسات ہیں جو آپ کی نذر کیے گئے ہیں دوسری کتاب پوری کی پوری حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی محبوب سبحانیؒ کی توہین وتذلیل سے بھری ہوئی ہے اس میں انھیں بدعتی ،قبر پرست قرار دیا گیا ہے اس کتاب کا صرف ایک اقتباس ذکر کر کے ہم آگے چلتے ہیں مصنف لکھتے ہیں ۔

"وفی الختام ونحن امام هذا القدر الکبیر من البدع العلمیةالتی وقع فیها الشیخ الجیلانی ودونهافی مؤلفه لا یسعنا الاان ندعوله بالمغفرة والعفو" (ص ۴۷۶)

آخر میں جبکہ ہمارے سامنے شیخ عبدالقادر جیلانی کی بدعتیں اس قدر زیادہ ہیں جن میں وہ پڑے ہوئے تھے۔ ہمارے بس میں صرف یہی ہے کہ ہم اُن کے لیے دُعاءِ مغفرت کریں۔

قارئین آپ یہ سن کر حیران ہوں گے کہ ان کتابوں میں سے پہلی کتاب مدینہ یونیورسٹی کے ایک پی ایچ ڈی کے مقالہ نگار نے لکھی ہے اور دوسری ام القریٰ یونیورسٹی مکہ مکرمہ کے پی ایچ ڈی کے مقالہ نگار نے لکھی ہے ۔

ع عقل بسوخت زحیرت کہ ایں چہ بوالعجبی ست ۔

پاکستان کے ایک غالی ومتعصب غیر مقلد نے ''دیوبندیت'' کے نام سے کتاب لکھی تھی جس میں اس نے دجل وتلبیس اور خیانت وتحریف سے کام لیتے ہوئے اکابر علماء دیوبند کو مشرک اور قبر پرست ثابت کیا تھا اور ان کے سر وہ عقائد

تھوپے تھے کہ پناہ بخدا۔ یہ غالی غیر مقلد اپنی کتاب سعودیہ لے گیا اور وہاں اسکا ترجمہ عربی میں کروا کر عرب شیوخ اور عوام میں مفت تقسیم کی تا کہ علماءِ دیوبند کے خلاف اُن کے اَذہان کو بدظن کیا جا سکے۔

مدینہ طیبہ میں شاہ فہد کمپلیکس کے زیرِ اہتمام تفسیر عثمانی جو اکابر علماءِ دیوبند کی تصنیف ہے۔ سعودی علماء کی مشاورت کے بعد شاہ فہد کی اجازت سے شائع کر کے دنیا کے کونے کونے سے آنے والے حجاج کرام کو تحفۃً دی جارہی تھی یہ تفسیر ہندو پاک میں سب سے زیادہ شائع ہونے والی غیر متنازع تفسیر ہے۔ اس کی اشاعت سعودیہ سے ہوئی تو غیر مقلدین کو یہ امر خار کی طرح کھٹکنے لگا اُنہوں نے سرتوڑ کوشش کر کے اس پر پابندی لگوائی اور اپنے مجتہد سے نئی تفسیر لکھوا کر اس کے شائع کرانے کا اہتمام کروایا۔ یہ نئی تفسیر انتہائی متنازع ہے اس میں صفحہ اول ہی سے اختلافی مسائل کو لکھا گیا ہے جس کی وجہ سے یہ تفسیر بجائے اس کے کہ حجاج کے لیے دینی رہنمائی کا سبب بنتی گھر گھر لڑائی جھگڑے اور سر پھٹول کا سبب بن رہی ہے۔

جدہ ایر پورٹ پر غیر مقلد تعینات ہیں اور وہاں آنے والی اہلِ حق کی کتابوں کو ہر طرح کے حیلوں سے روک رہے ہیں تا کہ یہ کتابیں حرمین شریفین نہ پہنچیں اور کسی طرح عرب شیوخ اُن کے مکروفریب سے آگاہ نہ ہو جائیں۔ جبکہ خود اپنے مسائل پر مشتمل کتابیں آنے والے حجاج وزائرین کو زبردستی تھماتے ہیں جن کو پڑھ کر سادہ لوح عوام اپنے حج وعمرہ کے افعال کو برباد کر لیتے ہیں۔ اور واپسی پر اُن کو اپنے عقائد ونظریات پر مشتمل کتابیں دے کر ان کے عقائد ونظریات کو خراب کرتے ہیں۔

یہ لوگ مسجد نبوی علی صاحبہ الصلوٰۃ والسلام کے دروازوں پر کھڑے ہو کر علی الاعلان اَحناف پر کیچڑ اُچھالتے ہیں اور کوئی منع کرے تو لڑنا شروع کر دیتے ہیں یہی حال حرمِ کعبہ کا ہے وہاں مسجد حرام میں درس کی آڑ میں فقہ کے خلاف ہرزہ سرائی ائمہ مجتہدین کی تجہیل اور اُن کے متبعین کی تضلیل وتفسیق کے محبوب مشغلے میں مصروف رہتے ہیں۔ معروف شاہراہوں پر دیکھیے تو اُن کی گاڑیوں کی گاڑیاں اسپیکر لگا کر حرام، شرک، بدعت کے گولے برسا رہی ہوتی ہیں۔ یہ وہ حالات ہیں جن سے کوئی بھی حق کا پرستار اور دین کا درد رکھنے والا متاثر ہوئے بغیر نہیں رہ سکتا، اِنہی حالات نے ہندوستان کے علماء کو احتجاج پر مجبور کیا اور اُنہوں نے ''آل انڈیا تحفظِ سنت کانفرنس'' کے ذریعہ سعودیہ کے اربابِ حل وعقد کو جھنجھوڑا کہ اگر یہی حالات رہے تو وہ دن دُور نہیں کہ عوام الناس سعودی حکمرانوں سے بدظن ہو کر ان کے خلاف صدائے احتجاج بلند کرنے لگیں، اہلِ ہند کے اس احتجاج کا کچھ نہ کچھ اثر ہوا اور شنید ہے کہ وہاں کچھ حالات میں تبدیلی آنے لگی ہے۔

الغرض یہی حالات ہیں جنہوں نے مولانا غازی پوری کو اس طرف متوجہ کیا کہ وہ سعودیہ کے اس طبقہ کو جن کے دل میں دین کا اور اہلِ دین کا کسی درجہ میں بھی درد ہے انھیں غیر مقلدین کے ان جارحانہ کارروائیوں سے مطلع کریں اور

اُنھیں بتلائیں کہ جن حضرات کی آپ پُشت پناہی میں لگے ہوئے ہیں (جو آپ کی دولت کے بل بوتے پر اپنی مسندیں سجائے اور دکانیں چمکائے بیٹھے ہیں) خود اُن کے اور اُن کے بڑوں کے نظریات کیا تھے۔

آج کل غیر مقلدین شدومد کے ساتھ اپنا تعلق سعودی شیوخ و امراء کے ساتھ جوڑنے کی کوشش میں ہیں اور ہر طرح کے حیلے حوالے سے اُنھیں یہ باور کروار ہے ہیں کہ سعودی شیوخ و امراء کے عقائد و نظریات اور اِن کے نظریات بالکل ایک ہیں حالانکہ یہ محض دھوکہ ہے حقیقت کا اس سے دور کا بھی واسطہ نہیں، غیر مقلدین بھی اس حقیقت سے آشنا ہیں لیکن مفاد پرستی اور ذاتی اغراض نے اُنھیں اس دھوکہ دہی پر لگا رکھا ہے، مولانا غازی پوری نے اپنی ایک کتاب ''**وقفہ مع اللامذھبیہ**'' میں اس حقیقت سے پردہ اُٹھایا ہے اور یہ ثابت کیا ہے کہ سعودی شیوخ و امراء اور غیر مقلدین کے نظریات میں زمین آسمان کا فرق ہے مولانا غازی پوری نے بتلایا ہے کہ :

(۱) سعودی شیوخ و امراء شیخ محمد بن عبدالوہاب کی تحریک و دعوت کے حامی اور اس کے علمبردار ہیں جبکہ غیر مقلدین کے اکابر شیخ کا تذکرہ انتہائی حقارت کے ساتھ کرتے ہیں، اُن سے صاف طور پر اپنی براءت کا اظہار کرتے ہیں۔ اُن کے عقائد کا رد کرتے ہیں۔

(۲) نظریہ وحدت الوجود کے موجد شیخ محی الدین بن عربی پر شیخ محمد بن عبدالوہاب اور اُن کے متبعین انتہائی شدید تنقید کرتے ہیں حتی کہ وہ اُنھیں مسلمان ماننے کے لیے بھی تیار نہیں جبکہ غیر مقلدین کے اکابر اُن سے انتہائی عقیدت کا اظہار کرتے ہیں۔ اُن کے کلام سے استدلال کرتے ہیں حشر میں اُن کے ساتھ اُٹھنے کی تمنا کرتے ہیں اُن کے شطحیات کی تاویل کرتے ہیں۔

(۳) تصوف کا کیا حکم ہے؟ علامہ ابن تیمیہ، شیخ محمد بن عبدالوہاب اور عام سلفیوں کا موقف اس سلسلہ میں ان کی کتابوں میں بہت صراحت کے ساتھ بیان کیا گیا ہے کہ موجودہ مروجہ تصوف بدعت ہے جبکہ غیر مقلدین کے اکابر تصوف سے صرف اپنی وابستگی ہی نہیں بلکہ دل بستگی کا اظہار کرتے ہیں، اشغال و اعمالِ صوفیہ کو اپناتے ہیں پیری مریدی کرتے ہیں، الہام اور کشف و کرامات کے قائل ہیں۔

(۴) علامہ ابن تیمیہ، اُن کے اصحاب نیز عرب سلفی مشائخ کے نزدیک تعویذ گنڈوں اور دیگر عملیات کے ذریعہ مصیبتوں، بیماریوں اور آفتوں کو دور کرنا خالص مشرکانہ عمل ہے جبکہ غیر مقلدین کے اکابر اس کے قائل و فاعل ہیں نواب صدیق حسن خان مرحوم نے باقاعدہ تعویذ گنڈوں سے متعلق ایک کتاب لکھی ہے جو ''کتاب التعویذات'' کے نام سے عام ملتی ہے۔

(۵) قبروں کی دربانی اور مجاوری مشائخ نجد و حجاز کے یہاں خالص مشرکانہ عمل ہے لیکن غیر مقلدین کے اکابر

اس میں کوئی مضائقہ نہیں سمجھتے وہ قبروں سے حصولِ برکت اور حصولِ فیض کے قائل ہیں۔

(۶) سلفی حضرات نبی کریم ﷺ کی ذات آپ کے حق یا آپ کے جاہ و مرتبہ سے وسیلہ پکڑنے کو جائز نہیں سمجھتے لیکن غیر مقلدین کے اکابر علی الاطلاق توسل کے جواز کے قائل ہیں۔

(۷) علامہ ابن تیمیہ اور اُن کی جماعت کا مذہب ہے کہ بہ نیتِ ثواب اسلامی یادگاروں انبیاء و صلحاء کی قبروں بلکہ مساجدِ ثلثہ کے علاوہ کسی بھی جگہ کے لیے شدِ رحال رختِ سفر باندھنا جائز نہیں جبکہ غیر مقلدین کے اکابر اس کے جواز کے قائل ہیں۔

(۸) علامہ ابن تیمیہ، شیخ محمد بن عبدالوہاب، انبیاء و اولیاء کو پکارنے اور ان سے استغاثہ کرنے کے سخت خلاف ہیں جبکہ غیر مقلدین کے اکابر نہ صرف اس سے قائل بلکہ فاعل بھی ہیں۔

(۹) علامہ ابن تیمیہ، شیخ محمد عبدالوہاب اقوالِ صحابہ، تفاسیرِ صحابہ، نیز صحابہؓ کرام کے فتاوٰی کو حجت قرار دیتے ہیں جبکہ غیر مقلدین کے اصول میں یہ طے ہو چکا ہے کہ اقوالِ صحابہ تفاسیرِ صحابہ اور صحابہؓ کرام کے فتاوٰی حجت نہیں ہیں۔

(۱۰) علامہ ابن تیمیہ، شیخ محمد عبدالوہاب اور اُن کے متبعین اجماعِ صحابہ کو حجت گردانتے ہیں جبکہ غیر مقلدین کے اکابر اجماع کو حجت نہیں سمجھتے۔

(۱۱) علامہ ابن تیمیہ، شیخ محمد بن عبدالوہاب اور اُن کے متبعین جمعہ کی اذان ثانی اور بیس رکعت تراویح کے قائل و فاعل ہیں جبکہ غیر مقلدین کے اکابر و اصاغر اِن کے منکر ہیں۔

(۱۲) شیخ محمد بن عبدالوہاب تقلید کے قائل ہیں جبکہ غیر مقلدین کے اکابر و اصاغر تقلید کو بدعت و ضلالت قرار دیتے ہیں۔

ان کے علاوہ اور بہت سی چیزیں مولانا نے دکھلائیں ہیں جن میں غیر مقلدین اور سعودی شیوخ و امراء کا شدید اختلاف ہے طوالت کے خوف سے ہم اُنھیں پس انداز کر رہے ہیں۔

مولانا غازی پوری دامت برکاتہم کی یہ کتابیں طبع ہو کر جب عرب علماء و شیوخ کے پاس کسی نہ کسی طرح پہنچیں تو اُن کی حیرت کی انتہا نہ رہی غیر مقلدین اس صورتِ حال سے پریشان ہوئے اور اُنہوں نے مولانا کی ان کتابوں کے رد لکھنے شروع کر دیئے جن میں انہوں نے مولانا کے بے نقط سنائیں اور یہ الزام لگایا کہ مولانا نے حوالوں میں خیانت سے کام لیا ہے۔ مولانا غازی پوری نے اپنے بعض مخلصین کے مشورہ پر یہ تیسری کتاب عربی میں لکھی جس کا نام صُوَرٌ تَنْطِقُ ہے جس کا مطلب ہے تصویریں بولتی ہیں بالفاظِ دیگر یوں بھی کہہ سکتے ہیں کہ لیجیے ثبوت حاضر ہیں، اس کتاب میں مولانا نے ایک تو اپنی سابقہ کتب میں دیئے جانیوالے حوالوں کے ثبوت اصل کتابوں کے صفحات کے عکس لے کر لگا دیئے ہیں جن

سے انکار ناممکن ہے، دوسرے غیر مقلدین کے کچھ مزید معتقدات بھی باحوالہ بیان کردیے ہیں، اس طرح یہ کتاب رد غیر مقلدین پر کام کرنے والے حضرات کے لیے بالخصوص جن کے پاس اصل حوالجاتی کتابیں نہیں ہیں اُن کے لیے ایک دستاویزی کتاب بن گئی ہے جو اِنھیں ہر مقام پر کام آسکتی ہے۔ ہم اس پر ایک تو مولانا کا شکریہ ادا کرتے ہیں کہ اُنہوں نے اہلِ حق کی جانب سے دفاع عن الحق کا فریضہ انجام دیا۔ دوسرے اُن کی خدمت میں گزارش کرتے ہیں کہ وہ خود یا اپنے کسی شاگرد سے اس کا اُردو میں ترجمہ کرواکر شائع کریں تاکہ اُردو خواں حضرات بھی اس سے استفادہ کرسکیں، آخر میں بارگاہِ الٰہی میں التجا ہے کہ اللہ تعالیٰ مولانا کی اس سعی ومحنت کو قبول ومنظور فرماکر مولانا کے درجات میں ترقی اور اُمت کی ہدایت کا ذریعہ بنائے وماذالک علی اللہ بعزیز۔ (ن۔ا)

عُمدہ اور فینسی جِلد سازی کا عظیم مرکز

NBB

نفیس بُک بائنڈرز

ہمارے یہاں ''ڈائی دار اور لیمینیشن والی جلد'' بنانے کا کام انتہائی معیاری طور پر کیا جاتا ہے نیز قرآن مجید کی اعلیٰ قسم کی ''بکس والی جلد'' بھی خوبصورت انداز میں بنائی جاتی ہے۔ ہمارے یہاں روٹا مشین پر ''کلر پرنٹنگ'' (ٹائٹل وغیرہ کی چھپائی) کا کام بھی دیدہ زیب اور بازار سے رعایتی نرخ پر کیا جاتا ہے۔

مناسب نرخ پر معیاری جلد سازی اور طباعت کے لیے رجوع فرمائیں

6/16 ٹیپ روڈ نزد مین گیٹ گھوڑا ہسپتال لاہور

فون نمبر: 042-7322408 موبائل نمبر: 0300-9464017 0300-4293479

عالمی خبریں

بوئے یمن آج بھی اُس کی ہواؤں میں ہے رنگِ حجاز آج بھی اُس کی نواؤں میں ہے

غرناطہ کی فضاؤں میں ۶۰۰ سال بعد اللہ اکبر کی صدا پھر گونجنے لگی

میڈرڈ (اے ایف پی + بی بی سی ڈاٹ کام) اُندلس (سپین) سے مسلمانوں کی بیدخلی کے ۶۰۰ سال بعد غرناطہ میں عالی شان مسجد کی تعمیر مکمل ہوگئی ہے اور اسے جمعرات کو عوام کے لیے کھول دیا گیا جہاں پھر مؤذن کی صدائے ''اللہ اکبر'' پھر بلند ہوئی۔ تاریخی الحمرا محل کے سامنے البائسن کی چوٹی پر بننے والی یہ مسجد جنوبی شہر میں رہنے والے مسلمانوں کی بیس سالہ کوششوں کا نتیجہ ہے مسجد کے لیے جگہ لیبیا کی طرف سے ملنے والے فنڈز سے خریدی گئی ہے مسجد کمپلیکس جس کا افتتاح گزشتہ روز ہوا اس میں ایک اسلامک سنٹر، باغات اور ایک ٹیرس بنایا گیا ہے جس سے سرانوادا کے پہاڑوں اور الحمرا کے محلات پر نظر پڑتی ہے۔ رومن کیتھولک بادشاہوں فرڈینینڈ اور ازابیلا نے ۱۴۹۲ء میں الحمرا کا کنٹرول سنبھالا تھا اور اس وقت کے آخری مسلمان حکمران ابو عبداللہ نے اشکبار آنکھوں سے الحمرا کی چابیاں عیسائی اتحادیوں کو دی تھیں۔ لیبیا سے ابتدائی فنڈز ملنے کے بعد منصوبے کو شارجہ کے امیر شیخ بن محمد القاسمی نے سنبھال لیا تھا اور انہوں نے اس مسجد کمپلیکس کی تعمیر کے لیے ۴۵ لاکھ امریکی ڈالر بھی دیئے۔ مراکش، برونائی اور ملائشیا نے بھی اس کی تعمیر کے لیے چندہ دیا۔ مسجد کی تعمیر کا کام مراکش کے شاہ حسن دوم کی وفات اور مسجد کی جگہ سے آثار قدیمہ کی دریافت کے وقت کچھ دیر کے لیے روکنا بھی پڑا تھا شاہ حسن دوم اس منصوبے میں بڑی دلچسپی لے رہے تھے۔

اس مسجد کا سنگِ بنیاد پانچ برس قبل رکھا گیا اور اب سفید رنگ کی مسجد اردگرد کی پہاڑیوں کی شان میں انتہائی اضافہ کر رہی ہے۔ مسجد فاؤنڈیشن کے صدر ملک روئفں نے اخبار نویسوں کو بتایا کہ خالص اسلامی تہذیب کے متلاشیوں کے لیے یہ مسجد ایک مثال اور ریفرنس ہوگی۔ انہوں نے کہا کہ غرناطہ جیسے تاریخی شہر کے ذریعے اہلِ سپین اور دوسرے یورپی باشندوں کو اسلام کی سچائی سے آگاہ کیا جاسکتا ہے اور پورے یورپ میں اس کی روشنی پھیلے گی۔ یہ کمپلیکس محض مسجد ہی نہیں کہ جہاں لوگ صرف نماز پڑھیں گے بلکہ یہاں مسلمانوں کو تربیت دی جائے گی انہیں علوم سے آشنا کیا جائے گا۔ تحقیق کرنے والے یہاں زیرِ مطالعہ رہ سکیں گے اس کے علاوہ کانفرنسیں اور نمائشیں بھی منعقد کی جائیں گی اور عام لوگ شرکت کر سکیں گے، مسجد فاؤنڈیشن کو ۱۷ ارکان کی کونسل چلائے گی ان میں سے ۴ سپینی مسلمانوں کی نمائندگی کرتے ہیں جبکہ ۱۳ امیر شارجہ کی طرف سے مقرر کردہ ہیں۔ انہوں نے کہا کہ اس تاریخی شہر سے سپین اور یورپ کے لوگوں کو اسلام کی حقانیت سے آگاہ کیا جاسکے گا۔ شارجہ کے شیخ بن محمد القاسمی نے مسجد کا افتتاح کرتے ہوئے کہا کہ یہ مسجد سب لوگوں کے لیے ایک مثال

ہوگی یہاں کا مؤذن جب نماز کے لیے "اللہ اکبر" کی صدا بلند کرے گا تو یہ ایک بھائی چارہ کی صدائے بازگشت ہوگی۔ بن محمد القاسمی کے بیٹے خالد القاسمی نے اپنے باپ کی تقریر ہسپانوی زبان میں سنائی جس میں انہوں نے کہا کہ یہ غرناطہ میں جو ۸صدیوں تک اُندلس میں مسلمانوں کی سلطنت کا امین رہا ہے عرب ثقافت کی ایک پائیدار اور نظر آنے والی علامت ہوگا۔ انہوں نے اس کے عظیم کلچر روایات یادگاروں اور زبان کا حوالہ دیتے ہوئے کہا کہ اہلِ اُندلس کے کرداروں اور اس کے خون میں ہمارا خون بھی شامل ہے۔ مسجد کی تعمیر پر ۴ملین یورو (4.5 ملین ڈالر) کی لاگت آئی ہے۔ (روزنامہ نوائے وقت لاہور ۱۱/ جولائی ۲۰۰۳ء)

☆

مسجد حامد کے لیے خصوصی اپیل

رائیونڈ روڈ پر زیرِ تعمیر مسجد حامد کے ہال کی چھت ڈالنے کا مرحلہ آگیا ہے۔ لینٹر کے لیے درکار میٹریل کی تفصیل درج ذیل ہے۔ اہلِ خیر حضرات سے اس کارِ خیر میں بڑھ چڑھ کر حصہ لینے کی گزارش ہے۔

لینٹر کا رقبہ = 9050 فٹ

سریا 18 ٹن	3,60,000.00
بجری 4800CFT	85,000.00
ریت 2400CFT	15,000.00
سیمنٹ (700 Bags)	1,75,000.00
الیکٹرک پائپ	25,000.00
دیواریں اور بیم	2,50,000.00
مزدوری	1,30,000.00
	10,40,000.00